

بلوچستان

## دعوتِ انتشار

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے تحقیقاتی مشن کی رپورٹ

اگست 2011



پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

ناشر:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

”ایوان جمہور“ 107 - ٹیپو بلک، نیگار ڈن ٹاؤن، لاہور - 54600

فون : 042-35838341-35864994-35865969

فیکس : 042-35883582

ای میل : hrcp@hrcp-web.org

ویب سائٹ: www.hrcp-web.org

طابع:

رشید احمد چوہدری

مکتبہ جدید پریس

ایک پرس روڈ، لاہور 14

فون: +92-42-36307639-40

اگست 2011

کورڈ یونیورسٹی: ووژنریز، لاہور

کنسٹرولر کمپیوٹرز: ریحان اطیف خان

# فہرست

5	تعارف
7	حقائق کی چھان بین کامشن
7	تریبت کا دورہ
15	خضدار کا دورہ
17	کوئٹہ کا دورہ
23	حقوق کا تحفظ کرنے کی قیمت
27	مشابدات اور اخذ کردہ نتائج
29	سفارات
33	ضمیمہ
35	ضمیمہ 1: 2009 میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے بلوچستان مشن کی سفارشات
36	ضمیمہ 2: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی بلوچستان میں لاپتہ ہونے والے افراد کی فہرست (29 مئی 2011 تک)
41	ضمیمہ 3: بلوچستان سے ملنے والی لاپتہ افراد کی لاشیں (جو لائی 2010 تا مئی 2011)
47	ضمیمہ 4: جری گشدنگی کے واقعات میں سکیورٹی ایجنسیوں کے اہلکاروں کے خلاف درج شدہ ایف- آئی- آر
49	ضمیمہ 5: 2011 میں بلوچستان میں نشان زد قتل
51	ضمیمہ 6: 2011 میں بلوچستان میں فرقہ وارانہ قتل



## تعارف

بلوچستان پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے جو کہ مجموعی زمینی رقبے کے 43 فیصد حصے پر مشتمل ہے۔ یہ قدرتی وسائل سے مالا مال ہے اور پاکستان جیسے کم تو ادائی و اعلیٰ ملک میں قدرتی گیس کا دوسرا بڑا ذریعہ ہے۔ ان وسائل پر اختیار اور صوبائی خود مختاری شروع سے ہی تنازعہ موضوعات رہے ہیں لیکن اس سے بھی بڑا مسئلہ بلوچستان کے لوگوں کو اُن کے معاملات کے حوالے سے فیصلہ سازی سے باہر کھنے اور یاست کی طرف سے سیاسی وسائل کو حل کرنے کے لیے طاقت کا مسلسل استعمال ہے۔

آج پاکستان میں انسانی حقوق کی ابتو صورت حال کے باوجود بلوچستان کئی وجوہات کی بنا پر خصوصی توجہ کا مقاضی ہے۔ صوبے میں ریاستی حفاظتی اداروں پر انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزیوں کے مرتكب ہونے کے الزام لگائے گئے ہیں۔ اب تک ملک کے صوبوں میں سب سے زیادہ جرأۃ الاضطرار کیے جانے والوں کی بڑی تعداد کا تعلق بلوچستان سے ہے۔ اس صورت حال میں حالیہ ابتو اُس وقت آئی جب بڑی تعداد میں لاپتہ افراد کی لاشیں بلوچستان کے مختلف حصوں سے ملنے لگیں۔ جیسے کی آزادی اور من مانی قید سے استثناء کے حق کی بلا خوف و خطر خلاف ورزی کی گئی۔ پرشدید فرقہ داریت، شدت پسندی، قوم پرستی اور علیحدگی کی تحریکوں نے بھی یہ صورت حال پیدا کرنے میں کردار ادا کیا ہے۔ صوبے میں مسلح شورش جاری ہے۔ لوگوں کو ڈرانے دھمکانے اور ہلاک کرنے کے لیے شدت پسندوں کے گروہ کھلے پھر رہے ہیں۔ نشانہ بنا کر ہلاکتیں اور انغوہ برائے تاو ان ہر طرف جاری ہے۔ مذہبی اقلیتوں کے ارکان شدید خطرے میں ہیں اور اس خطرے کی وجہ سے ملک کے دوسرے حصوں یا ملک سے باہر نقل مکانی کر رہے ہیں۔ حقوق کی خلاف ورزیوں کو اجاگر کرنے کی وجہ سے صحافیوں اور انسانی حقوق کے محاذین کو نشانہ بنا یا گیا۔ ریاست الزام لگاتی ہے کہ دوسرے ممالک پاکستان کو غیر مختکم کرنے کے لیے بلوچستان میں دخل اندازی کر رہے ہیں۔ اگر یہ صحیح بھی ہے تو دوسروں کی دخل اندازی اس لیے ممکن ہوئی کہ صورت حال اس نتیجے کو پہنچ چکی تھی۔

گمshedہ افراد کی بازیابی کے مطالبہ کے علاوہ بلوچستان کے لوگوں کے بھی وہی مطالبات ہیں اور وہ بھی وہی حقوق چاہتے ہیں جو پاکستان کے دوسرے حصوں کے لوگ چاہتے ہیں۔ وہ اپنے سماجی، معاشری، سیاسی اور ثقافتی حقوق کے حصول کے لیے مطالبہ کر رہے ہیں۔ خاص طور پر صحت، تعلیم، روزگار کے موقع، بنیادی انفارسٹرکچر کی تعمیر و مرمت جو ان کی اپنی زندگیوں پر اثر رکھاتے ہیں جن میں قدرتی وسائل پر اختیار کا حق بھی شامل ہے۔

بلوچستان میں تیزی سے بگڑتی ہوئی صورت حال پر شدید تشویش کے باعث پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے 4 سے 7 مئی 2011 تک صوبے کی صورت حال کے بارے میں ایک تحقیقاتی مشن تشکیل دیا۔

اس سے پہلے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے 2005 اور 2009 میں تفصیلی تحقیقاتی مشن تشکیل دیے تھے۔ اکتوبر 2009 میں پوری کو نسل نے

بلوچستان میں ایک پورا ہفتہ گزار اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے براہ راست مشاہدے اور حکومتی عہدیداروں اور نمائندوں سے ملاقات کے لیے پورے صوبے میں مختلف جگہوں کا دورہ کیا۔ 2009 والے مشن کے اختتام پر صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے کمیشن نے مندرجہ ذیل تجویز پیش کیں۔ آج بھی یہ اتنی ہی بھل ہیں اور آج بھی ان پر عملدرآمد کی شدید ضرورت ہے جتنی کہ 2009 میں۔

1- بلوچستان میں اعتماد کی فضای حال کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ تمام فریقوں سے بات چیت ہو سکے۔ اعتماد بحال کرنے کے پہلے مرحلے میں فوج کا ہٹانا ضروری ہے۔

2- شہری علاقوں میں فوج سے متعلق قوانین کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے اور ان کے کردار پر نئے سرے سے پارلیمان میں بحث کی ضرورت ہے۔

3- دیرپاڑات کے لیے صوبے کی تمام سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لینا ہوگا۔

4- صوبہ بلوچستان کی عوام کو یہ یقین دہانی کرنا بہت ضروری ہے کہ ان کا ان کے معاملات بشرطی وسائل پر پورا اختیار ہوگا۔

5- لاپتہ اور بے گھر افراد سے متعلق بلوچوں کی پریشانیوں کو فوری حل کیا جائے اور فیصلہ سازی کی طاقت واپس منتخب شدہ شہری حکومت کے حوالے کی جائے۔ لاپتہ افراد کے معاملے میں اعلیٰ تحقیقاتی کمیشن بنایا جائے جس کے پاس گشਦگیوں کی تحقیق، گواہوں کے بیانات، اور کسی بھی ریاستی ادارے کے الہکار کو طلب کرنے کا اختیار ہو۔

6- جو کوئی بھی غیر قانونی حرast میں ہے اسے آزاد کیا جائے اور اس کو معاوضہ دیا جائے۔ سیاسی قیدیوں کو رہا کیا جائے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی سخت سزا دی جائے۔

7- بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے متعلق باہر کے لوگوں میں شعور بیدار کیا جائے۔

8- کوئی اور دوسرے علاقوں میں صنعتی مرکز کھولنے کی ضرورت ہے تاکہ پڑھے لکھنے والوں روزگار حاصل کر کے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکیں۔

9- سول سو سال کی کوچا ہیے کہ بلوچستان میں اپنی سرگرمیاں تیز کر دے تاکہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تحریکی ہو سکے اور بلوچستان کے مسائل کو اجاگر کیا جاسکے۔

10- قومی ذرائع ابلاغ کی جانب سے بلوچستان کے حالات کی نشر و اشتاعت ناکمل اور نامناسب ہے۔ انہیں چاہیے وہ وہاں کے مسائل کو زیادہ وقت اور زیادہ جگہ دیں۔ بلوچستان کے مسائل کو قومی ذرائع ابلاغ میں جگہ ملنی چاہیے۔

11- بلوچستان میں تعلیمی معیار پہلے ہی پست ہے اور حالیہ جاری تشدد اور اس کی وجہ سے بار بار تعلیمی اداروں کے بند ہونے سے بلوچستان کے طلباء کا اور بھی تعلیمی نقصان ہوا۔ اسی وجہ سے بلوچستان کے طلباء و مدرسے صوبوں کے طلباء کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور انہیں کالجوں، یونیورسٹیوں اور سرکاری ملازمتوں میں خاص رعایت ملنی چاہیے۔

12- آخری، لیکن سب سے اہم بات یہ کہ اعمال کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ بلوچستان کے لوگوں کی امداد کے لیے عملی اقدامات کرے۔ مشاہد صوبائی حکومت کے فنڈز بڑھائے، بلوچ علاقوں سے فوج اور نیم فوجی علمہ ہٹائے، لاپتہ اور سیاسی قیدیوں کی رہائی اور مزید صوبائی خود مختاری کے لیے آئینی اصلاحات کرے۔ منصر آیہ کہ اگر بلوچستان کو مصائب سے مچانا ہے تو باں فوری سیاسی حل کی ضرورت ہے۔

# حقائق کی چھان بیں کا مشن

4 سے 7 مئی 2011 تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے تحقیقاتی مشن نے کوئٹہ، خضدار اور تربت (مکران) کا دورہ کیا تاکہ وہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے اس لیے ملاقات کریں کہ صوبے میں انسانی حقوق کے متعلق صورت حال کے بارے میں براہ راست معلومات حاصل کی جاسکیں۔ مشن کو دو ٹیکوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ایک کو 5 سے 7 مئی تک تربت میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے نمائندوں سے ملتا تھا جبکہ دوسرا کو کوئٹہ (4,5 اور 7 مئی) اور خضدار (6 مئی) میں۔ اس روپورٹ میں مشن کے اراکین کی جانب سے انٹرویو کیے جانے والے بہت سے افراد کے ناموں کی نشاندہی ان کی حفاظت کے پیش نظر نہیں کی گئی ہے۔

مشن کے اراکین میں چیئر پرسن، زہرہ یوسف، کوچیئر پرسن، کامران عارف، سابقہ چیئر پرسن ڈاکٹر مہدی حسن، بلوجتن چیئر کے واکس چیئر پرسن طاہر حسین خان، سندھ چیئر کے واکس چیئر پرسن امرناٹھ مولوی، کنسل اراکین حنا جیلانی، ظہور احمد شہزادی اور حبیب طاہر اور نیشنل کوآرڈی نیٹر برائے کور گروپ کوآرڈی نیٹر زحسین نقی شامل تھے۔ اس کام میں مشن کا ساتھ فرید احمد، کوآرڈی نیٹر برائے بلوجتن چیئر، تربت میں ٹاسک فورس کوآرڈی نیٹر پروفیسر غنی پرواز اور کمال ایوب، تربت ضلع کوآرڈی نیٹر نے دیا۔

مشن کے شروع میں بلوجتن میں انسانی حقوق کی بگڑتی ہوئی صورت حال خاص طور پر انسانی حقوق کے کارکنوں کو لاحق خطرات پر شدید پرتوں کا اظہار کیا گیا۔ HRCP نے اس سال 2011 میں اپنے دو کارکنوں صدیق عیید اور نعیم صابر کی ہلاکت پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا۔ اُن کے قاتلوں کو مزید ادینے کے حوالے سے بار بار یاد ہانی کرنے کے باوجود کوشش نہ کیے جانے پر توں کا اظہار کیا۔

دورہ کے اختتام پر HRCP کی چیئر پرسن نے کوئٹہ میں ایک پریس کانفس میں مشن کے معلوم کردہ ابتدائی نتائج کا اعلان کیا۔

تریبون کا دورہ

تحقیق کا بنیادی دائرہ کار

الف: گشیدگیاں

مشن نے مکران ڈویژن کے مختلف اضلاع کے آٹھ گشیدہ افراد کے اہل خانہ سے ملاقات کی۔ صورت حال کا اندازہ کرنے کے لیے کچھ دوسرے مواد کا جائزہ بھی لیا گیا۔ گشیدہ افراد کے مسئلے کو مکران ڈویژن کے کمشنز، ڈی اسی اور ڈی پی اوسے ملاقات میں اٹھایا گیا۔

تحقیقات کے نتائج اور مشاہدات

جبکہ غائب کیے گئے افراد کے معاملے میں یہ بات مشن کے سامنے آئی کہ ان واقعات میں ریاستی ادارے خاص طور پر فرنٹیئر کا نسلیلری کے ملوث ہونے

کے قابل اعتماد انعامات ہیں۔ اُن کے اہل خانہ کی طرف سے کیے گئے عروض کے بارے میں موجود مواد سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اُن کو ایف سی نے غائب کیا یا یہ کہ وہ دوران حراست ہلاک ہوئے۔ بہت سی گمshedگیاں عام مقامات سے ہوتیں۔ کچھ لوگ جو گمshedہ افراد کے ساتھ اٹھائے گئے تھے اور واپس آگئے انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ وہ لوگ ایف سی کی حراست میں تھے لیکن وہ اُن جگہوں کی نشاندہی نہ کر پائے جہاں غائب کیے گئے افراد قید ہیں کیونکہ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ جگہ پر رکھا گیا تھا۔ زیادہ تر واقعات میں اگرچہ انواع کرنے والے سادہ لباس میں تھے لیکن مشن نے یہ بھی سنایا کہ بعض واقعات میں وہ ایف سی کی وردی میں تھے۔

جو لوگ لمبے عرصے کے بعد بازیافت ہوئے ان کو دورافتادہ جگہوں پر چھوڑا گیا تھا اور وہ اپنی قید کی جگہ کے بارے میں نشاندہی نہ کر سکے۔ اس کی ایک وجہ تو ایف سی کا خوف بھی ہو سکتا ہے کہ اگر انہوں نے معلومات افشا کیں تو ان کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہیں اس طرح رکھا گیا ہو کہ ان کے لیے جگہ کی شناخت کرنا ناممکن ہو۔

حالانکہ جبری گمshedگی کے تقریباً تمام واقعات میں مقامی پولیس کے پاس ایف آئی آ درج کرائی گئی تھی لیکن پولیس کی طرف سے ان کے بارے میں تفتیش کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ ایسا لگتا ہے کہ ایف سی کے ملوث ہونے کے بارے میں تمام اداروں کو پتہ ہے اور پولیس نے شکایات درج ہونے کے باوجود جان بوجھ کر کوئی کارروائی نہیں کی۔ اس سے لگتا ہے کہ اداروں کے درمیان ایک خاموش سمجھوٹہ ہے کہ ایف سی کے کاموں میں دخل اندازی نہ کریں یا پولیس والے فون اور یہم فوجی فورس سے بذات خود ڈرتے ہیں۔ ایک مخصوص واقعے میں عبدالسلیم نامی شخص کو 23 جنوری 2011 کو پنجگور کے چکار بازار میں پانچ اور لوگوں کے ساتھ اٹھایا گیا جن کا ان سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اُس بازار میں موجود سب لوگوں نے دیکھا کہ ایف سی کے باور دیہکاروں اور سادہ کپڑوں میں ملبوس افراد نے ان لڑکوں کو تھوڑی میں لیا۔ پنجگور پولیس اسٹیشن میں 26 جنوری 2011 کو مقدمہ درج کروایا گیا اور ایف سی کے دیہکاروں کو گمshedگی کے بارے میں نامزد کیا گیا۔ یا ایسے بہت سے واقعات میں سے ایک تھا جن میں ایف سی کے دیہکاروں کو افراد کے انواع کے لیے نامزد کیا گیا تھا۔ تاہم مشن کے علم میں ایسا واقعہ نہیں آیا جس میں پولیس نے ایف سی دیہکاروں کو شامل تفتیش کیا ہو۔ گمshedہ لوگوں کو برآمد کرنے کی کوشش کرنے کے بجائے پولیس نے ایف سی دیہکاروں سے اس کے متعلق ایک سوال تک نہیں پوچھا۔ (لاحظہ کبھی ضمیر 4)

مشن کو پتہ چلا کہ عبدالسلیم کے ساتھ انواع ہوئے والوں میں سے ایک زندہ بازیاب ہو گیا۔ اُسے گولی ماری گئی اور شدید تشدید کا نشانہ بنا کر ایک اور فرد کی لاش کے ساتھ سڑک کنارے پھینک دیا گیا۔ اُسے انواع کرنے والوں نے بظاہر یہ سمجھا کہ جلت میں گولی مارے جانے سے وہ بھی مر گیا ہے۔ اس واقعے کی کوئی تفتیش نہیں کی گئی حالانکہ گمshedگی کے وقت ایف آئی آ درج کروائی گئی تھی۔ پولیس نے کسی قسم کا میڈیا یکل ریکارڈ بھی حاصل نہیں کیا حالانکہ زندہ نج جانے والے کو طبی امدادی گئی تھی۔



گمshedہ افراد کے اہل خانہ اپنے تحقیقات بیان کرتے ہوئے

مشن کی ملاقات کسی بھی ایسے شخص سے نہیں ہوئی جو جری گشدار کے افراد کے خاندانوں کی فراہم کردہ معلومات سے جن سے وہ افراد رابطہ میں تھے ایسا لگتا ہے کہ قید میں تشدیک معمول ہے۔

مکران کی شہری انتظامیہ تک متاثرین کی رسائی ہے اور تقریباً ان تمام واقعات میں جو مشن نے سے متاثرین کے خاندان نے ان سے ان واقعات کے بارے میں آگاہ کرنے کے لیے رابطہ کیا۔ تاہم ایف سی اور دوسری خفیہ ایجنسیاں مکمل طور پر لوگوں کی پہنچ سے باہر تھیں۔ مشن کو بتایا گیا کہ لوگ جتنا خفیہ ایجنسیوں پر عدم اعتماد کرتے ہیں اتنا ہی ان سے ڈرتے ہیں۔

لوگ عام طور پر اپنے علاقے کی سیاسی شخصیات کے طرز عمل سے مایوس ہیں۔ لوگ یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ یہ احباب اُن کی شکلیات سنتے ہیں اور ہمدردی بھی رکھتے ہیں لیکن فوج اور پیرامٹری فورس کے ارباب اختیار پر اُن کا کوئی اثر و رسوخ نہیں۔ لوگوں کو یہ شکایت تھی کہ اُن سیاسی لوگوں میں اتنی ہمت نہیں کہ صوبے میں ایف سی کی جاری غیر قانونی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے سیاسی پیش قدمی کریں۔

جب راجہ گشدار گیوں نے مکران ڈویژن میں شدید خوف و ہراس پھیلا رکھا ہے اور بہت سے خاندان اس طرح کے واقعات کا شکار ہوئے ہیں۔ ان واقعات سے لوگوں میں ریاست کے لیے بیگانگی اور پاکستانی فوج کے ماتحت خفیہ اداروں کے خلاف نفرت پیدا ہوئی ہے۔

مشن نے یہ بات نوٹ کی کہ 16 سے 25 سال کی عمر کے نوجوان لڑکوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اُن میں سے بہت سے طلباء یا پرو زگار نوجوان تھے۔ کچھ واقعات میں تو بالکل بے قائدہ طریقے سے اٹھایا گیا مثلاً سیر و تفریح کی جگہ یا مارکیٹ سے۔

مشن کو یہ پتہ نہیں چلا کہ گشدار افراد کے سیاسی نظریات کیا تھے یا وہ کسی سیاسی یا مسلح تنظیم سے وابستہ تھے۔ تاہم اس بات کا واضح امکان ہے کہ ان نوجوانوں کو صرف اُن کے سیاسی نظریات کی بنیاد پر اٹھایا گیا تھا کہ کسی واضح ثبوت کی بنیاد پر۔

مکران میں جبراً گشدار افراد کی تعداد کیم جنوری 2007 تا 5 مئی 2011 5 مئی 2011 تک HRCP کے اعداد و شمار	مشن کی جن لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں اُن میں سے زیادہ تر 2010 کے شروع میں حکومت کی جانب سے گشدار افراد پر قائم کمیشن کے سامنے پیش ہو چکے تھے۔ اُن کو شروع شروع میں قومی کمیشن سے بہت سی توقعات تھیں لیکن گشدار افراد کی بازیابی میں ناکامی کی وجہ سے لوگوں میں مایوس اور نا امیدی میں اضافہ ہوا۔ یہ نا امیدی عدالتی نظام تک پھیل گئی ہے۔
9 صلع پہنچ	جو لوگ کمیشن کے سامنے پیش ہوئے تھے انہوں نے خفیہ اداروں کے ان اہلکاروں کی طرف سے جو ساعت کے وقت موجود تھے دھمکیوں کی شکایت کی۔ اطلاعات کے مطابق کمیشن نے ان واقعات میں مداخلت نہ کی کہ اُن کے خاندانوں کو تحفظ کا لیقین اور تحفظ کا احساس ہو جوان کے رو برو پیش ہو رہے تھے یا جس سے سراغ رسان اداروں کے اہلکاروں کی حوصلہ لٹکنی ہو۔
7 صلع گوارد	گشدار افراد کے رشتہ داروں نے کمیشن کے بارے میں یہ شکایت کی کہ کمیشن نے اُن سے گواہان لانے کا مطالبہ کیا جبکہ گواہان کی حفاظت کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے تھے۔ گواہان خود اور متاثرین کے رشتہ دار بھی گواہوں کی حفاظت کے لیے فکر مند تھے اور وہ خود کو ”ایجنسیوں کے بھتھے“ جو لاشیں ملیں ابھی تک لا پڑتے ہیں چڑھنے دینا چاہتے ہے۔
6 صلع پنجور	
22 مجموعی	
HRCP کو موصول ہونے والے سرکاری اعداد و شمار 2010 اور 2011 میں گم ہونے والے افراد	
11 بازیاب شدہ	گواہان لانے کا مطالبہ کیا جبکہ گواہان کی حفاظت کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے تھے۔ گواہان خود اور متاثرین کے رشتہ دار بھی گواہوں کی حفاظت کے لیے فکر مند تھے اور وہ خود کو ”ایجنسیوں کے بھتھے“ جو لاشیں ملیں ابھی تک لا پڑتے ہیں چڑھنے دینا چاہتے ہے۔
22 بازیاب شدہ	
20 ابھی تک لا پڑتے ہیں	

انہوں نے یہ بھی شکایت کی کہ کوئی اور کراچی میں کمیشن کے سامنے پیش ہونا ان کے لیے معافی بوجھی تھا۔ کمیشن نے ان کے سفر کا انتظام یا ان کے اخراجات کا معاوضہ دینے کی کوئی کوششی نہیں کیں۔ کچھ لوگ کمیشن کے سامنے ایک سے زیادہ مرتبہ پیش ہوئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب کمیشن نے پولیس کو بیانات ریکارڈ کرنے کا کہا تو یا تو ان کے بیان میں کمیشن کے سامنے پیش کرنے سے پہلے روبدل کر دیا گیا تھا بیان ریکارڈ کرنے والوں کو ڈھمکیاں دی گئیں اور خفیہ اداروں کے خلاف ایسے حقوق کو پیش کرنے سے منع کیا گیا جن سے ان کے خلاف الزامات کی سچائی ثابت ہوتی تھی۔

کمیشن نے جتنے بھی ایسے لوگوں سے ملاقات کی جہوں نے بلوچستان ہائی کورٹ میں درخواستیں دی ہوئی تھیں۔ انہوں نے عدالتوں سے مایوسی کا اظہار کیا اور عدالتوں کی آزادی، قابلیت اور اہلیت کے بارے میں شکایت کی۔ بہت سے لوگوں کی یہ سوچ ہے کہ عدیہ جان بوجھ کر صوبے میں ایجنسیوں اور خفیہ اداروں کی پالیسی اور اقدامات میں خل نہیں دینا چاہتی۔

### ب: ماورائے عدالت اور نشان زدن

مشن نے پچھلے دو سال کے دوران مکران ڈویژن میں ہونے والی لا تعداد ماورائے عدالت ہلاکتوں کے بارے میں اعداد و شمار کھٹکا کیے۔ مشن نے انہیں ماورائے عدالت قتل اس لیے کہا کیونکہ سب کے اہل خانہ نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں ریاستی خفیہ اداروں نے انہوں کیا اور دوران حراست قتل کر دیا۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے کارکنوں نے پچھلے ایک سال کے دوران مکران سے غائب کیے گئے افراد کی لاشوں کی فہرست مرتب کی۔

مشن نے تربت میں ایک واقعہ کے بارے میں بھی سنابجس میں ایفسی نے یکم دسمبر 2010 کو ایک مقامی کسان اور بلوچستان پیشٹل پارٹی کے قائد ایوب جان گھکی کے گھر پر مسلح دھاواے کے دوران پانچ افراد کو قتل کر دیا۔ مرنے والوں میں ایوب گھکی کے دو بیٹے اور تین دوسرے افراد شامل تھے۔ ایفسی الہکاروں نے ایک چھٹے آدمی کو حراست میں لے لیا۔

مرنے والوں کے اہل خانہ اور شہری انتظامیہ (کمشن اور ڈی سی او) سے ملنے والی معلومات سے مشن نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ واقعہ ایفسی کی جانب سے جان بوجھ کر قتل کی واردات تھی۔ مشن کو بہت مصدقہ اطلاعات سے اہل خانہ کی طرف سے بیان کی گئی رواداد کی تائید حاصل ہوئی کہ ان لوگوں کو گرفتاری دینے کا موقع بھی نہ دیا گیا۔ حالانکہ جب وہ زندہ تھے تو ایفسی کو یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ اگر فائزگر روک دی جائے اور ایوب گھکی کو مقامی بااثر افراد کے ساتھ گھرتک جانے دیا جائے تو وہ گرفتاری دے دیں گے۔ تاہم ایوب گھکی کو گھر سے ایک کلومیٹر پچھے ایفسی کی چیک پوسٹ پر روک لیا گیا اور آگے نہ جانے دیا گیا۔ اُس نے پھر کمشن، ڈی سی او اور ایک سینیٹر اور کچھ دوسرے بااثر افراد سے رابط کیا۔ وہ سب وہاں آگئے لیکن انہیں گھرتک جانے نہ دیا گیا۔



تربت میں ایفسی کے آپریشن میں نشانہ بننے والا گھر

مشن نے اُس جگہ کا دورہ بھی کیا اور گھر کا مشاہدہ کیا جس پر

گولیوں اور مارٹر گولوں کے نشانات تھے۔ گھر کا ایک کمرہ گولہ باری سے لگنے والی آگ سے جل گیا تھا۔ گھر کی جانبی سے اندازہ ہوتا تھا کہ ایف سی نے طاقت کا کس قدر زیادہ استعمال کیا تھا۔ مشن نے یہ بات بھی نوٹ کی کہ اگر ایف سی کی کہانی صحیح مان بھی لی جائے کہ گھر سے ایک کاشنوف اور دو پستول برآمد ہوئے اور یہ کہ گھر سے اُن پر گولیاں چلائی گئیں تب بھی ایف سی کی طرف سے 9 گھنٹے جاری رہنے والی گولہ باری کا کوئی جواز نہیں تھا۔ یہ کارروائی صبح 04:30 سے لے کر شام 2 بجے تک جاری رہی۔

واقعے کے ذمہ داروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی حالانکہ ذمہ دار شہری حکام کے بیانات کے مطابق اُس واقعے میں مادرائے عدالت قتل کے شدید اذامات ہیں، طاقت کا بے دریغ استعمال ہے، پانچ لوگ قتل ہوئے اور ان کو گرفتاری کا موقع بھی نہیں دیا گیا۔

مشن نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا کہ پیر المثلثی فورس کی جانب سے طاقت کے انہاداً ہند استعمال کے باوجود صوبائی حکومت نے کوئی اقدام نہ کیا۔ بلوچستان اسمبلی میں بھی اس واقعے پر کوئی آواز نہیں اٹھائی گئی حالانکہ اُن لوگوں کی زندگیاں بچانے کے لیے مقامی اور صوبائی سطح پر رسول حکام سے رابطہ کے براہ راست گواہ تھے۔

مشن نے یہ بات بھی نوٹ کی کہ صوبے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کی ہلاکت کے متعلق اقوام متحده، دوسرے بین الاقوامی اداروں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی طرف سے حکومت پر اس لیے دباؤ ڈالا گیا کہ وہ انسانی حقوق کے محاذین کے مارے جانے اور انسانی حقوق کی علیین خلاف ورزیوں کے بارے میں اطلاعات مہیا کرے۔ مشن کو وہ درخواستیں بھی دکھائی گئیں جو مادرائے عدالت قتل اور غیر قانونی حرast کے بارے میں مقتدر حلقتوں کو اقوام متحده کے خصوصی روپ پر ٹھیرنے کی بھی تھیں اور وہ بھی جو جبری اور غیر رضا کارانہ گمشدگیوں کے بارے میں بین الاقوامی ورکنگ گروپ کی جانب سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے کارکنوں صدقیق عید و اونیم صابر کی جبکہ گمشدگی کے معاملے میں بھیجی گئی تھیں۔ صدقیق عید و کوسمبر 2010 میں پہنی سے اغا کیا گیا اور 28 اپریل 2011 کو اور مارٹ اسے اُس کی لاش ملی۔ نیعم صابر کو یہ مارچ 2011 کو خضدار میں ہلاک کر دیا گیا۔

مشن کو کران ڈویژن میں غیر بلوجوں کی ہلاکت کے متعلق بھی پڑتا چلا۔ حالانکہ مرنے والوں کی تعداد زیادہ نہیں لیکن اس سے جو خوف غیر بلوجوں میں پیدا ہوا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ مشن نے نوٹ کیا کہ ان واقعات کے بارے میں بہت کم چنان میں کی گئی اور ان واقعات کی ذمہ داری بھی اور نامعلوم گروہوں پر ڈال دینے کے رجحان نے آباد کاروں میں عدم تحفظ کے احساس میں اضافہ کیا ہے۔ مشن نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ بلوج قوم پرست عناصر میں سے کچھ نے ان ہلاکتوں پر درگزر لیا اور اسے صوبے میں جبری تشدد کا قدرتی رد عمل فرا دیا۔

مشن نے اس روایت کی شدت سے مخالفت کی اور واضح طور پر کہا کہ معصوم لوگوں کے قتل کو کسی طور بھی صحیح نہیں کہا جا سکتا اور کہا کہ جو کوئی بھی ایسی حرکات میں ملوث ہے وہ گھناؤ نے جرم کا اور انسانی حقوق کے تمام اصولوں کی خلاف ورزی کا مرکب ہے۔

### نج\_ حکومت اور نفاذ قانون

#### (i) صوبے میں شہری\_ فوجی تعلقات

مشن نے یہ بھی نوٹ کیا کہ صوبے میں اہم فیصلوں میں سیاسی حکومت اور شہری حکام کا کوئی عمل خل نہیں ہے۔ سیاسی حکومت نے لوگوں کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں سے منہ پھیلر لیا ہے اور صوبے میں فیصلہ سازی کے عمل میں فوج اور خفیہ اداروں کی بالادستی کی وجہ سے شہری حکومت اپنی بے بسی میں سرچھا پر ہی ہے۔ سکیورٹی فورسز کی جانب سے جری گمشدگی، نشان زد ہلاکتوں اور دوسری غیر قانونی سرگرمیوں کے واقعات جو مشن نے ریکارڈ کیے یہ بتاتے ہیں کہ سیاسی حکومت لوگوں کے حقوق اور بنیادی آزادیوں کی حفاظت میں ناکام ہو چکی ہے۔ مشن کو یہ بات اور بھی افسوسناک لگی کہ اعلیٰ حکام لوگوں کی جانب سے آواز کنہیں اٹھاتے اور نہ ہی

انہوں نے صوبے میں طاقت کے توازن کو تبدیل کرنے کے لیے کسی سیاسی کاوش کا آغاز کیا۔

مقامی سطح پر شہری حکام فوجی اور نیم فوجی ادارے کے ساتھ اشتراک میں کافی زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ اگرچہ انہیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ مشن نے خاص طور پر یہ بات محسوس کی کہ فوج کا شہری حکومت اور انتظامیہ کے بارے روایہ ہٹک آمیز تھا۔ بلوچستان میں جمہوری حکومت کے تحت قانون کی حکمرانی نام کی کوئی چیز نہیں۔ جس کی وجہ سے یہاں کی صورت حال دوسرے صوبوں کے مقابلے میں بہت مختلف ہے۔ مکران کی انتظامیہ نے حفاظتی اداروں کی جانب سے انہیں فیصلہ سازی سے باہر کھے جانے پر کھلی تقیدی کی۔ کمشنر نے بتایا کہ وہ یہ تک نہیں جانتے کہ مکران میں فوج کیا کر رہی ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ مکران میں حفاظتی برجان ہے اور صوبے میں بغاوت جاری ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے سول اتمیلی جنس کی ضرورت پر زور دیا جو کہ شہری حکومت کو جواب دہ ہو گی جا ہے وہ وفاقی ہو یا صوبائی۔ مشن نے ملنے والی معلومات سے یہ نتیجہ نکالا کہ فوج شہری حکام سے مشورہ نہیں کرتی اور نہ ہی ان سے معلومات کا تبادلہ کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے شہری حکام کا امن و امان قائم کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔

حفاظتی اداروں تک لوگوں کی رسائی نہ ہونے کی وجہ سے جمہوری حکومت کی عدم موجودگی کا احساس لوگوں میں اور بڑھ گیا ہے۔ مشن نے یہ بھی نوٹ کیا کہ شہری حکومت کی بھی فوج اور خفیہ اداروں تک رسائی نہیں ہے۔ مکران ڈویژن کے کمشنر سے مینگ کے دوران مشن پر مقامی اعلیٰ حکام کی بُسی واضح ہو گئی۔ جب انہیں یہ پتہ چلا کہ مکران کے کمشنر کے بلا نے پر بھی ایفسی کا کمانڈر نہیں آتا چاہے جتنا بھی اہم مسئلہ زیر غور آنا ہو وہ صرف اس وقت آتا ہے جب وہ چاہے۔ یہی بات اپنگ آرسی پی کے مشن نے بھی محسوس کی جب ان کی بار بار کی درخواست کے باوجود اسے مکران کے مقامی کمانڈر یا کوئی کمانڈر سے ملنے نہیں دیا گیا۔ اس لیے مشن کو ایفسی کی جانب سے ان پر لگے والے الزامات کے حوالے سے کوئی جواب نہیں ملا۔

دوسری طرف یہ جانتے ہوئے بھی کہ شہری حکام کے پاس ان کی مدد کے لیے کوئی طاقت نہیں ہے لوگ شہری حکام اور سیاسی عناصر جو حکومت کا حصہ ہیں، کے پاس مدد کے لیے جاتے ہیں۔

### (ii) سیاسی نقطہ نظر

مشن بہت سی سیاسی جماعتوں اور گروپوں سے ملا جو مختلف سیاسی رجحانات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل شامل تھیں۔

☆ بلوچستان نیشنل پارٹی

☆ بلوچستان نیشنل پارٹی۔ میںگل

☆ بلوچستان سوڈنیس آر گنائزیشن

☆ بلوچ ریپبلکن سوڈنیس آر گنائزیشن (براہماغ بگٹی گروپ)

☆ بلوچستان سوڈنیس آر گنائزیشن۔ آزاد

☆ جماعت اسلامی

حالانکہ ان تمام گروپوں کو ریاست سے شکایات ہیں لیکن بیگانگی کی سطح سب میں مختلف ہے۔ خاص طور پر بلوچ طلباء کے گروپوں کا یہ موقف تھا کہ بلوچوں کے پاس اپنی آزادی کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ان میں سے بہت سے گروپ آزادی کی جدوجہد کے لیے تشدد کے استعمال کے قائل نہیں تاہم وہ سمجھتے ہیں کہ یہ جدوجہد جائز ہے اور بلوچستان کی سیاسی بحثوں میں ان کے اس حق کو تسلیم کیا جائے۔ تاہم ان کا یہ خیال ضرور ہے کہ ریاستی خفیہ ایجنسیوں کے جبر و تشدد کے جواب میں

بلوچستان کی آزادی کے لیے تشدد کا استعمال جائز ہے۔ جن گروپ کا الجھ، بہت سخت تھا کیونکہ ان کے پیش نظر وہ باتیں تھیں جسے انہوں نے ”پنجاب کی ناصافیاں“، قرار دیا۔

آزادی پسندگروپوں کے مطالبات یہ تھے۔

- ☆ صوبے پر قبضے کے خاتمے کے حوالے سے سنجیدہ عزم کے اظہار کے لیے فوج اور نیم فوج کو ہٹانا۔
- ☆ صوبے سے تمام آباد کاروں کا انخلا، خاص طور پر افغان مہاجرین کا جو صوبے میں رہائش کے حق کے ساتھ آباد ہو گئے ہیں تاکہ صوبے میں آبادیوں کے تناسب کو تبدیل کیا جاسکے۔
- ☆ بلوچوں کے اصل علاقوں کا احیاء، مثال کے طور پر، جیکب آباد
- ☆ ایک علیحدہ ریاست کے طور پر بلوچستان کی آزادی
- ☆ ایک آزاد بلوچستان ریاست میں وہ نافذ کرنا چاہتے ہیں
  - (i) قبائلی نظام کا خاتمه
  - (ii) لبرل، سو شل جمہوریت
  - (iii) ایک سیکولر ریاست جس میں تمام شہری مرتبہ کے لحاظ سے برابر ہوں۔

تاہم سیاسی جماعتوں نے حق خود اختیاری کا تذکرہ خود مختاری کے حوالے سے کیا۔ انہوں نے سیاسی حکومت کی موجودہ حالت، کرپشن، صوبے میں فوج کی جاریت کے منسلک کو اٹھانے میں ناکامی۔ حکومت کی نااہلی اور فوج کے سامنے مکمل طور پر سرتسلیم خم کرنے پر شدید نکتہ چینی ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوبے میں امن و امان سے لے کر بڑے منصوبوں پر فیصلہ سازی مکمل طور پر فوج کے اختیار میں ہے۔ انہوں نے سیاسی جماعتوں کی مرکز سے معاونت کو صوبے میں سیاست پر منی اثر ڈالنے کا ذمہ دار قرار دیا۔ مشن نے ان مذاکرات سے یتیجہ اخذ کیا کہ صوبائی سیاسی تنظیموں کو صوبے کے مفادات کے تحفظ کے لیے ایک مشترکہ پلیٹ فارم بنانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس کی بڑی وجہ صوبے میں موجود احساس محرومی اور جرہ ہے جسے دور کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ سیاسی جماعتوں بھی اپنے انفرادی مفادوں کی خاطر الگ تحملگ محسوس ہوئیں۔

لوگوں کو سب سے بڑی شکایت وسائل پر اختیار نہ ہونے اور صوبے میں ترقیاتی کاموں کی عدم موجودگی ہے۔ آغاز حقوق بلوچستان پیچے میں کسی کو دلچسپی نہیں جس کا اعلان وفاقی حکومت نے کیا تھا اور پارلیمان نے اس کی منظوری دی تھی۔ تقریباً ہر کسی کا کہنا تھا کہ صوبے کی موجودہ صورتحال میں یہ بے کار ہے اور یہ کہ جن چیزوں کا وعدہ پیچے میں کیا گیا تھا وہ بھی اب تک نہیں دی گئیں۔ پیچے کے تحت جو 5000 نوکریاں دی گئیں ہیں وہ بھی زیادہ فائدہ مند نہیں کیونکہ یہ ایک سال کے معاهدے پر منی تھیں اور صوبے کے نوجوانوں کی شدید بیروزگاری کا حل پیش نہیں کرتیں۔

مشن جتنے لوگوں سے بھی ملا سب کا کہنا تھا کہ 2006ء میں نواب اکبر گٹھ کا ایک فوجی آپریشن میں قتل بلوچستان کی تاریخ میں فیصلہ کن موڑ تھا اور اس کی وجہ سے بہت سے بلوج پاکستان سے آزادی کے حق میں ہو گئے ہیں۔ مشن نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی کہ صوبے میں سیاسی قوتوں کے درمیان آپس میں گفت و شنید

نہیں ہے۔ جب مختلف سیاسی گروہوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ صوبے کی خوف کی فضایا سی بحث و مباحثہ کے لیے موزوں نہیں۔ یہی سبب ہے کہ زیرِ زمین تحریکیں اٹھ رہی ہیں۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اب سیاست کا وقت گزر چکا ہے۔ اور اب صوبے میں یہ بحث چل رہی ہے کہ کیا پاکستان کے حوالے سے سیاست کا کوئی جواز ہے۔

### (iii) سول سوسائٹی

مشن نے انسانی حقوق کی تنظیموں اور غیر سرکاری ترقیاتی تنظیموں، صحافیوں، مقامی بار ایسو سی ایشن، اساتذہ کی انجمنوں، تعلیمی حلقوں اور مذہبی اقلیتوں کے نمائندوں سے ملاقاتیں کیں۔

سول سوسائٹی کی جانب سے اٹھائے جانے والے اہم مسائل یہ تھے:

- ☆ جری گمshedگیاں اور قتل
- ☆ ایف سی کی جانب سے نقل و حرکت پر پابندیاں، خاص طور پر چیک پوسٹوں پر تزلیل
- ☆ انسانی حقوق کا دفاع کرنے والوں اور این جی اوز کے کارکنوں کی نگرانی اور ان سے تنقیش
- (i) لوگوں کی تربیت کرنے والے خاص طور پر زبر نگرانی تھے۔
- (ii) جب لوگ سکیورٹی اور خفیہ اداروں کے ڈر سے تعاون ختم کر دیتے ہیں تو انسانی حقوق کے کارکنوں کا کام اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔
- (iii) غیر ملکی لوگوں کی شمولیت کے ساتھ درکشاپس وفاقی حکومت سے این اوسی حاصل کئے بغیر نہیں کی جاسکتیں۔
- (iv) انسانی حقوق کے کارکن صدقیق عیدوں کی نمازہ جنازہ میں شریک ہونے والے افراد کو تنگ کیا گیا۔ ان میں سے کچھ کے خلاف بے بنیاد الزامات پر منی ایف آئی آر درج کروائی گئی۔
- ☆ ریاستی اداروں اور سرگرم سیاسی کارکنوں، دونوں کی جانب سے پیدا کئے گئے دھمکیوں کے ماحول کی وجہ سے یہی آزادی کا فقدان۔
- ☆ دن بدن بگڑتی تعلیمی صورتحال اور طالب علموں خاص طور پر لڑکوں کے لیے یعنی سہولیات کا فقدان۔
- ☆ اساتذہ کو دور پیش مسائل میں درج ذیل شامل تھے۔
  - (i) مکملہ تعلیم میں سیاسی اثر و سوخ
  - (ii) تعیناتی، پوسٹنگ، ترقیاتی قابلیت پر نہیں بلکہ سیاسی اثر و سوخ کی بنیاد پر
  - (iii) ملازمین کی تنخواہوں میں اضافے پر پابندی
  - (iv) تنظیم سازی کی آزادی پر پابندی
- (v) احتجاج اور ہڑتاں والوں کے باوجود لوگوں کے مطالبات پر عدم توجہ
- (vi) اساتذہ کی انجمنوں کے لیڈروں کے خلاف انتقامی کارروائی
- ☆ صوبے میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے طباء اور نوجوانوں کی تنظیموں کے قائدین کے خلاف کارروائی
- ☆ باغیوں کی کارروائیوں سے بڑھتا ہوا خوف و ہراس

☆ میڈیا کا کردار:

- (i) ملکی ذرائع ابلاغ نے عمومی طور پر بلوچستان کی صورتحال کو نظر انداز کیا جب کبھی ذرائع ابلاغ نے وہاں کی صوت حال کو جگہ دی تو حقوق کو جان بوجھ کر منسخ کر کے پیش کیا۔
- (ii) علاقائی پریس اور صحافیوں کو حکمی طور پر ہوتی تھی اور وہ قوم پرستوں اور ریاستی اداروں دونوں سے خوفزدہ تھے۔
- (iii) علاقائی میڈیا یا عورتوں کے حقوق سے متعلق مسائل پر چپ تھا خاص طور پر قبائلی رسومات پر جو عورتوں پر تشدد کے متراوٹ ہیں۔
- (iv) میرانی ڈیم کے متاثرین کے لیے بحالی اور امداد کا مسئلہ:

- (i) بے گھر ہونے والے افراد ابھی تک نہیں میں رہ رہے ہیں۔
- (ii) روزگار اور زمین کے نقصان کا معاوضہ ابھی تک واجب الادا ہے۔
- (iii) ڈیم کے اردوگرد علاقوں میں مستقبل میں سیلابی ریلوں سے حفاظت کے لیے کوئی طریقہ کا رہنماییں اپنایا گیا۔
- (iv) سیاسی جماعتوں کی طرف سے بھی اس معاملے میں کوئی مدد نہیں کی گئی۔
- (v) ذرائع ابلاغ نے اس معاملے کو اٹھایا لیکن حکومت نے کوئی توجہ نہ دی۔
- (vi) کیمپوں میں جہاں متاثرین رہ رہے تھے وہاں سہولیات کی فراہمی ختم کر دی گئی تھی۔
- (vii) آفات سے نجٹنے کے سرکاری ادارے نے متاثرین کے مطالبات کی طرف تعجب نہیں دی۔

## خضدار کا دورہ

مشن نے صحافیوں، مذہبی اقلیتوں کے نمائندوں اور ضلع خضدار کے جری گائب کیے گئے افراد کے اہل خانہ اور مردوں سے ملاقات کی۔ خضدار کے

صلی رابطہ کار نے کیم مارچ 2011 کو نعیم صابر کے قتل کے حوالے سے مختلف معاشرتی گروہوں سے مشن کی ملاقات کا انتظام کیا تھا۔ مشن نے بات چیت کا آغاز نعیم صابر کے لئے خاموشی اختیار کرنے اور دعا سے کیا۔ بعد میں اس کے اہل خانہ سے ملاقات کی۔ نعیم صابر کے قاتلوں کو سامنے لانے کے لیے ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تھی۔ بلوچ مسلح دفاع تنظیم نامی ایک تنظیم نے اس کے قتل کی ذمہ داری قبول کی تھی۔

جرأ گم شدگیاں اور لاشوں کی دریافت:



جری گشیدگیوں کے خلاف کوئئی میں عورتیں احتجاج کر رہی ہیں

صحافیوں نے مشن کو بتایا کہ بہت سے افراد جو

اغواہ ہوئے انہیں عدالت کے باہر سے اٹھایا گیا۔ گمشدہ ہونے والے لوگوں کے اہل خانہ نے بعض اتفاقات ذرا کم ابلاغ کو خبر چھانپنے سے منع کیا کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ اس طرح وہ بھی ان اداروں کے ظلم کا شانہ بن جائیں گے۔ صحافیوں نے بتایا کہ خضدار میں جون 2010 سے لاپتہ افراد کی لاشیں ملنا شروع ہوئیں۔ تین لاپتہ ہوئے اے افراد کی لاشیں کیمی اور 5 مئی 2011 کے دوران میں۔ جن لوگوں نے لاپتہ افراد کے اغواہ کے مقدمات درج کروائے تھے جب ان لاپتہ افراد کی لاشیں میں تو مقدمات درج کرنے والوں کوئی مشکلات پیش آئیں۔ پولیس کا کہنا تھا کہ اس پولیس سٹیشن میں مقدمہ درج کروائیں جس کی حدود سے لاش ملی ہے۔ ایک سال سے بھی کم عمر سے میں پچاس سے زائد افراد کی لاشیں مل پھیل تھیں۔ تقریباً تمام لاشوں پر تشدید کے نشان تھے۔

مشن کو بتایا گیا کہ جبڑی لاپتہ کرنے کا عمومی طریقہ یہ ہے کہ سکیورٹی ایجنسیوں کے افراد موڑ سائکل پر سوار نوجوانوں کو روکتے ہیں جہاں ایک کا لے شیشے



والی ویگن موجود ہوتی ہے اگر ویگن میں موجود افراد سواروں کو مشتبہ شخص کے طور پر پہچان لیں تو انہیں فوراً گاڑی میں ڈال کر نامعلوم مقام پر لے جایا جاتا ہے۔ بہت سے افراد کو ان کے گھر سے بھی اٹھایا گیا۔ شروع شروع میں لوگوں نے ان غیر قانونی اقدامات کے خلاف احتجاج کیا لیکن بعد میں جب مظاہرین کے جلوسوں پر گولیاں چلانی گئیں تو لوگوں نے مظاہرہ کرنا چھوڑ دیا۔ مشن کو بتایا گیا کہ بلوچ مسلح دفاع تنظیم نامی نام نہاد گروہ لوگوں کو کھلے عام قتل کی دھمکیاں دے رہا ہے کہ اگر گشیدگیوں کا مقدمہ درج کروایا گیا تو انجام بردا ہوگا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ دھمکیاں فون کر کے دی گئیں اور جب ان سے مقامی بلوچی یا برادری زبان میں پوچھا گیا تو وہ کوئی جواب نہ دے پائے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ غیر بلوچ تھے۔ پولیس کی جانب سے برائے نام بھی کوشش نہیں کی گئی کہ ان واقعات کی تحقیق کی جائے یا جن مقدمات میں گمشدہ افراد کے اہل خانہ نے ریاستی اداروں کے اہلکاروں کو نامزد کیا تھا ان سے پوچھ گھٹک نہیں کی گئی۔

#### صحافیوں کے لئے خطرات:

صحافیوں کے نمائندوں اور خضدار پریس کلب کے عہدیداروں نے مشن کو بتایا کہ ضلع خضدار میں صورتحال بہت خراب ہے اور صحافی ریاستی اداروں اور بلوچ مزاحمت کاروں کے خوف میں کام کر رہے ہیں۔ صحافیوں نے بتایا کہ پہلے تین سال سے سیاسی جاعتیں لوگوں کے مسائل پر چپ ہیں۔ میڈیا کا کام حقائق بیان کرنا ہے لیکن حکام اور سرکشوں دونوں کا کہنا ہے کہ صرف ان کا نقطہ نظر ہی شائع کیا جائے۔ مشن کو بتایا گیا ہے کہ خضدار پریس کلب کے تین صحافیوں کو ان کے کام کی پناپ ہلاک کر دیا گیا۔

#### قلیتوں کے مسائل:

مقامی ہندو براذری کے بزرگ افراد نے مشن کو بلوچستان میں بڑھتی ہوئی

لائقانو نیت میں ہندو افراد کو نشانہ بنانے کے بارے میں آگاہ کیا۔ مشن کو پتہ چلا کہ بلوچستان میں جری گمشدگیوں کا ان جامعہ عموماً لاپتہ افراد کی لاشوں کی دریافت کے ساتھ ہوا

19 جون 2009ء کو مقامی ہندو برادری کا ایک فرد جواہری لعل لاپتہ ہو گیا تھا اور آج تک اس کا پتہ نہیں چلا۔ کسی نے ابھی تک اس کے انوغاء کی ذمہ داری قبول نہیں کی اور نہ ہی توان کا مطالبہ کیا۔ جواہری لعل کے گم ہونے کے بعد اس کے اہل خانہ کے چھ افراد بشمل اس کی چھوٹی بہن اور والدہ وفات پاچکی ہیں۔ اس کے اہل خانہ کا مطالبہ ہے کہ اگر اسے ہلاک بھی کر دیا گیا ہے تو کم از کم اس کی لاش توان کے حوالے کر دی جائے۔

### مزدوروں کے مسائل:

ٹریڈ یونین لیڈروں نے مشن کو بتایا کہ بلوچستان میں نہ تو مزدوروں کو سرکاری طور پر مقرر کردہ کم از کم تنخواہ دی جاتی ہے اور نہ ہی بڑھا پا الاؤنس ادا کرنے کے لیے رجسٹر کیا جاتا ہے۔ مزدوروں سے جری مشقت کرنے والوں کی طرح سے کام لیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ریاستی ادارے مثلًا پاکستان پٹرولیم لینڈ جو کہ صوبے میں تیل کی تلاش میں مصروف ہے وہ بھی نہ تو مزدوروں کو سرکاری طور پر مقرر کردہ کم از کم تنخواہ دے رہا ہے اور نہ ہی انہیں بنیادی سہوتیں میسر ہیں۔

### کوئٹہ کا دورہ:

کوئٹہ کے دورے کے دوران مشن بار ایسوی ایشن، کاروباری حضرات اور مزدوروں، سیاسی جماعتوں، ڈاکٹروں، مذہبی اقلیتوں کے نمائندوں اور متعلقہ افراد سے ملا۔

### جری گمشدگیاں:

وکلاء، سیاسی کارکنوں اور صحافیوں نے مشن کو بتایا کہ صوبے میں جری گمشدگیاں اور ماورائے عدالت قتل 2004ء میں شروع ہوئے۔ بلوچ بار ایسوی ایشن کے نمائندوں نے بتایا کہ انہوں نے 100 سے زائد گمشدہ افراد کی پیشان عدالتوں میں دائرے کی ہوئی ہیں۔ ان میں سے محض 16 افراد کو رہا کیا گیا لیکن ان میں سے کسی کو عدالت میں پیش نہیں کیا گیا۔ اس کی بجائے سرکاری اہلکاروں نے غائب شدہ افراد کے حلق نامے عدالت میں جمع کرائے اور عدالت نے انہیں رہائی کے ثبوت کے طور پر مان لیا۔ جو لوگ رہا ہوئے وہ اتنے خوفزدہ تھے کہ انہوں نے اپنی غیر قانونی حرast کے خلاف پیشان بھی دائر نہیں کی کیونکہ اس صورت میں انہیں ”منانچ“ سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ بار کے ایک سینئر رکن آغا ظاہر شاہ 21 فروری 2011 سے ایف سی اہلکاروں کے ہاتھوں سی سے لاپتہ کر دیئے گئے۔ وہ جری لاپتہ افراد کے مقدمات کی پیروی کر رہے تھے۔ اس سے پہلے 13 فروری 2011 کو ایف سی کی دہشت گرد مخالف فورس اور پولیس کے اہلکاروں نے ان کی عدم موجودگی میں ان کے گھر پر چھاپہ مارا۔ وہ ان کے چھوٹے بھائی کو جو خود بھی کیلی ہے لے گئے تھے۔ اس پر تشدید کیا گیا تھا۔ بعد میں اُسے چھوڑ دیا گیا۔ اس نے یہ سوچ کر کہ اس کے خاندان ان کو نقصان پہنچ گایا اس کے بھائی کی زندگی کو خطرہ ہو گا ان اہلکاروں کے خلاف کوئی ایکش نہیں لیا۔

وکلاء کا کہنا ہے کہ ریاستی ادارے اور سکیورٹی ایجنسیاں بشمل پولیس جری گمشدگیوں میں ملوث ہے۔ جب بھی عدالت میں پیشان دائرے کی جاتی ہے تو وہ نوٹس جاری کرتی ہے اور یہ نوٹس سی سی پی اور کوئٹہ کو جاری کیا جاتا ہے جو کہ دار الحکومت میں سب سے اعلیٰ پولیس افسر ہے، عدالت کے پوچھنے پر سی سی پی اور عدالت کو بتاتا ہے کہ ایجنسیوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ ایک گھسا پا جواب پولیس آفیسر یہ کہ کردیتا ہے کہ فوجی افسروں نے تفتیش میں شامل ہونے سے زبانی انکار کر دیا ہے اور پولیس کے پاس ان کو مجبور کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

وکلاء کا کہنا تھا کہ عدالتیں اپنے احکام پر عملدرآمد کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ فوج اور نیم فوج عدالت کے احکامات کو بالکل بھی اہمیت نہیں دیتے جس سے صوبے میں انتشار پھیل رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ لاشوں کو دیاں جگہوں پر چینکنے کا متصدِ جس بے جا کے مقدمات سے بچنے کا شرمناک ہٹھنڈہ ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جری لاپتہ کیے جانے والے محض بلوچ نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ لاپتہ ہونے والوں میں کبھی کوئی آباد کا رہنیں تھا۔ وکلاء نے بتایا کہ حالیہ



### یا کستان کمیشن برائے انسانی حقوق مشن کی بلوچستان کے انسانی حقوق کے کارکنوں سے ملاقات

دنوں میں سڑکوں کے کنارے سے اور دریاں جگہوں سے لاشیں ملے کا سلسلہ بڑھ گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ لاپتہ ہونے والے نوجوانوں کی لاشیں اب چند دنوں بعد ہی ملنا شروع ہو گئی ہیں۔

ایک ڈاکٹر نے مشن کو بتایا کہ اس کا بھائی، شمس الدین، سابقہ ناظم خضدار، بیماروالدہ کو یک جولائی 2010 کو ایب لوئیس میں کوئٹہ لار ہاتھا۔ ایف سی والوں نے 7:30 بجے شام میاں غنڈی چک پوسٹ پر انہیں روکا۔ انہوں نے شمس الدین کو باہر آنے کو کہا اور اس کا موبائل فون چیک کیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد کا لیشیوں والی فوج کی جیسی ایک گاڑی وہاں پہنچی۔ گاڑی سے سادہ لباس میں ملبوس چار افراد باہر نکلے۔ اور شمس الدین کو ساتھ چلنے کو کہا۔ انہوں نے اس کی ماں کی اتفاق کو بھی نہ سننا کہ وہ بیمار ہیں اور انہیں اس کے ساتھ کی ضرورت ہے۔ یہ سب کچھ سریاب پولیس ٹیشیشن کے بالکل قریب ہوا۔ جب شمس الدین کی والدہ اپنے ایک اور بیٹے کے گھر کوئٹہ پہنچی تب اس نے سب کچھ بتایا۔ شمس الدین کے اہل خانہ تین دن تک ایف آئی آر درج کرانے کی کوشش کرتے رہے لیکن پولیس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ڈاکٹر نے مشن کو بتایا کہ وہ ”تحقیقاتی کمیشن برائے جری گمشدگیاں“ کے سامنے بھی پیش ہوا جس نے مشترکہ تفتیش کرنے والی کمیٹی جس میں سی سی پی او، ڈی آئی جی، آپریشنز اور ایف سی کے ایک افسروں اس واقعہ کی تحقیقات کا حکم دیا۔ اس نے بتایا کہ مشترکہ تحقیقاتی کمیٹی (جے آئی ٹی) نے یہ اعتراف کیا کہ شمس الدین اس جگہ سے اغوا ہوا جہاں سے اس کے اہل خانہ بتا رہے تھے لیکن اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی کہ اسے اغوا کرنے والے ایف سی کے اہلکار تھے۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ نومبر 2010 میں ان کے گھر پر حملہ کیا گیا اور اس کے ایک اور بھائی کو غیر قانونی اسلحہ رکھنے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے خاندان کو اس دوران مسلسل ہمکیاں ملتی رہیں اور انہیں خبردار کیا گیا کہ شمس الدین کے مقدمے کی پیروی نہ کریں۔ شمس الدین کا بھائی گنومبر 2010 میں اغوا ہوا تھا کوئی 4 مارچ 2011 کو رہا کر دیا گیا۔

مشن جن لوگوں سے ملا ان میں سے بہت سوں یثموں وکلاء کے نمائندوں نے کہا کہ انہیں ڈر رہے کہ بلوچ اکثریتی علاقوں میں پشتو نوں کو مار کر بلوچوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

### سیاسی نقطہ نظر

مشن کوئٹہ میں سیاسی جماعتوں کے نمائندوں سے ملا۔ ان میں یہ شامل تھیں۔

- عوامی نیشنل پارٹی

- بلوچستان نیشنل پارٹی

- جماعتِ اسلامی

- جمہوری وطن پارٹی

- نیشنل پارٹی

- پختونخواہ ملی عوامی پارٹی

مشن جن بھی سیاسی جماعتوں کے نمائندوں سے ملائیں ہوں نے نہ صرف ریاست کی جانب سے شہریوں کے جان و مال کی حفاظت میں نا اہلیت بلکہ ریاستی اداروں کی جانب سے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی خاص طور پر جرا گم شد کیا اور گم شدہ افراد کی لاشوں کے ملنے پر افسوس اور پریشانی کا اظہار کیا۔

پختونخواہ ملی عوامی پارٹی نے پشتون اور بلوچ لوگوں کی تاریخ پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ پارٹی نے زور دیا کہ پشتون اور بلوچ دونوں کی صوبے میں علیحدہ پہچان ہے۔ اور دونوں کو صوبے میں برابر مقام ملنا چاہیے۔ صوبائی اور قومی اسمبلی میں بھی برابر نمائندگی ملنی چاہیے۔ انہوں نے اس بات کی تختی سے تردید کی کہ پشتون افغان شہریوں کو پختونخواہ ملی عوامی پارٹی کی مدد سے یہاں بلوچستان میں باس کر پا کستان کی شہریت دی گئی۔ پارٹی کا خیال ہے کہ پشتونوں کے ساتھ ایک دفعہ پھر زیادتی ہوئی ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ آغاز حقوق بلوچستان پکج کے تحت 15000 اساتذہ کی بھرتیوں میں سے صرف 10 فیصد پشتونوں کو ملی ہیں حالانکہ وہ اس سے کہیں زیادہ تعداد میں میرٹ پر اترتے تھے۔ بلوچستان پکج کے تحت میرٹ کے بغیر بھرتیاں ایک عمومی شکایت تھی جو ہر طرف سے سننے کو ملی۔ کوئی میں بہت سے کالج بشومول ڈگری کا لجئی ماہ بذریعہ ہے۔ پختونخواہ ملی عوامی پارٹی کے قائدین نے بتایا کہ کوئی میں سکولوں سے زیادہ مدرسے ہیں۔ انہوں نے شکایت کی کہ صوبے میں نفاذ قانون نام کی کوئی چیز نہیں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کی بجائے دہشت گردی، انحصار برائے تاوان، نشیات، قتل و غارت اور دوسرے گھناؤ نے جرائم میں ملوث ہیں۔

عدالتیوں پر عمومی عدم اعتماد تھا۔ خاص طور پر اس لیے کہ عدالتیں اپنے فرائض نبھانے میں ناکام ہیں اور عدالتیں دیباہی کرتی ہیں جیسا خفیہ ادارے چاہتے ہیں۔ سیاسی رہنماؤں نے مشن کو بتایا گیا کہ بلوچستان کی سیاسی جماعتوں نے ایک رابطہ کیا ہے تاکہ بلوچستان کے لوگوں کے مسائل پر نظر کھی جاسکے۔

نیشنل پارٹی کے قائدین نے مشن کو بتایا کہ ریاستی اداروں کی کارروائیوں سے ہزاروں بلوچ بے گھر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بہت سے گم شدہ افراد کو قتل کر دیا گیا ہے اور صوبے کے مختلف حصوں سے 130 کے قریب لاشیں مل پکی ہیں۔ بہت سی لاشوں پر تشدد کے نشان تھے اور کئی مسخ کی گئی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ 2009ء کے شروع میں مستونگ میں ایک استاد پر قاتلانہ حملہ کرنے والے دو افراد کو لوگوں نے پکڑ لیا اور پولیس کے حوالے کر دیا۔ ان دونوں کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ان دونوں کے پاس ایک خفیہ ادارے کے سروں کا رہ تھے۔ کچھ دیر بعد دونوں کو مبینہ طور پر فوجی الہکار تھانے سے لے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ صوبائی ایڈوکیٹ جزل نے عدالت میں اعتراض کیا ہے کہ وہ گم شدہ افراد کے معاملے میں بے بس ہے۔

بلوچستان کے وزیر اعلیٰ نے کھلے عام بیان دیا تھا کہ فوج کے عہدیداران کی بات نہیں سنتے۔ نیشنل پارٹی کے قائدین نے یہ بھی کہا کہ ایف سی کی جانب سے قانون کی خلاف ورزیاں صوبے میں لوگوں کو اشتغال دلارہی ہیں۔ انہوں نے زور دیا کہ سیاسی جماعتوں اور سول سو سائٹی مل کر لوگوں کو متحرک کریں تاکہ صوبے میں لا قانونیت کا خاتمه ہو۔ اور سیورٹی فورسز کی غیر قانونی سرگرمیوں کو روک کر بلوچستان کی صورت حال بہتر بنائی جائے۔ انہوں نے الزم لگایا کہ بلوچستان میں مختلف برادریوں کو آپس میں لڑانے کے لیے ایک سازش چل رہی ہے۔ اور یہ کہ اس طرح کی کارروائیاں خفیہ اداروں کے الہکار کر رہے ہیں۔

جماعتِ اسلامی کے قائدین نے مشن کو بتایا کہ ایف سی نے ان کی اجازت کے بغیر ان کے دفتر کی حدود میں چوکی بنا لی تھی۔ جب جماعتِ اسلامی کے قائد

نے ان سے بڑے ادب سے شکایت کی کہ انہیں بتایا تک نہیں گیا تو وہاں ایک افسر نے تمیز سے بات نہیں کرتا اسے غائب کر دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوبے میں بے تحاشا لاقانونیت ہے اور لوگوں کو ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا الزام دے کر غائب کر دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ لوگ اب اپنے قدرتی وسائل سے آگاہ ہیں اور ان پر اپنا حق مانگتے ہیں۔ اپنا حق مانگنا خداری نہیں ہوتی۔ انہوں نے حکام کو مشورہ دیا کہ جو لوگ آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ انہیں غائب کرنے یا سڑکوں کے کنارے ان کی لاشیں چھیننے کی بجائے حکومت کو ان سے مذاکرات کرنے چاہئیں۔

جمهوری وطن پارٹی کے قائدین نے کہا کہ بلوچستان میں اس وقت اہم مسائل جبری گشید گیاں اور اندر ورن ملک بے گھر ہونا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جو بلوچ خاندان افغانستان بھرت کر گئے تھے ان کی خواتین کے بارے میں اطلاع ہے کہ وہ وہاں بھی مانگتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر بلوچ عوام کو صوبے کے وسائل پر یا اختیار ہو کہ ان وسائل کو کیسے استعمال کیا جائے تو ترقی بھی ہو گی اور لوگوں کی بنیادی ضروریات بھی پوری ہوں گی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر لاپتہ کیے گئے افراد کو رہا کر دیا جائے تو صوبے کی صورتحال بہتر ہو سکتی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ بھٹی اور مری قبیلوں کے جو لوگ بے گھر ہوئے تھے ان کی آباد کاری ان کے آبائی مقامات پر کی جائے۔ انہوں نے یہ شکایت کی کہ خانہ شماری ان مقامات پر نہیں کی جا رہی جہاں بے گھر ہونے والے خاندان اس وقت رہ رہے ہیں۔

بلوچستان بیشتر پارٹی کے قائدین نے بتایا کہ بی این پی کے قائدین حبیب جالب، نور الدین مینگل، نصیر لانگو، آن محمد احمد زئی اور حاجی لیاقت کے ہدفی قتل کی وجہ سے لوگوں میں شدید غم و غصہ پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ صوبے سے فوج اور نیم فونج کو نکالا جائے، لاپتہ افراد کو رہا کیا جائے یا عدالت میں پیش کیا جائے اور بلوچوں کا ان کے قدرتی وسائل پر حق تسلیم کیا جائے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر متاثرہ لوگوں کے نمائندوں سے بات چیت کی جائے تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سکیورٹی فورسز نے بی این پی کے بیسیوں کا رکن قتل کے جن کی لاشوں پر تشدد کے نشان پائے گئے۔ ایف سی والے بلوچوں کی تزلیل کرتے ہیں، ان کی داڑھی اور موخچیں کاٹ دی جاتی ہیں اس کے علاوہ کئی تہوں والی بلوچ شلوار کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ غیر ملکی مقامی رہائش کے ٹھیکیت بڑی رقم کے عوض خرید رہے ہیں۔ جس کی بدولت وہ نہ صرف بلوچستان میں نوکریوں کے اہل ہو جاتے ہیں بلکہ قومی شناختی کارڈ اور پاسپورٹ حاصل کرنے کے اہل بھی ہو جاتے ہیں۔

## تاجروں کے تحفظات

بلوچستان انہیں تاجران و دکانداران کے چیئر مین حمید بن گلوری نے مشن کو بتایا کہ صوبے میں امن و امان کی ایتھر صورتحال کی وجہ سے دکانداروں اور تاجروں کو بہت سے مسائل ہیں۔ تاجروں کو تاوان کے لیے اغوا کیا جاتا ہے۔ تاجران و دیہاڑی دار آئے روز دن کوں کے بند ہونے کی وجہ سے شدید مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ مختلف برادریوں سے تعلق رکھنے والے تاجری شمول مذہبی تقیتوں کو تاوان کے لیے قتل اور اغواء کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ لاقانونیت کا یہ حال ہے کہ کوئی بھی اپنے آپ کو محفوظ تصویر نہیں کرتا اور بہت سے گھر انوں نے حفاظت کی خاطر سے اپنے بچوں کو سکول سے ہٹالیا ہے۔ لاپتہ افراد کی ملنے والی لاشیں لوگوں کے غصے میں اضافے کا سبب بن رہی ہیں۔ حتیٰ کہ جو لوگ تاوان کے لیے اغوا ہوئے تھے مثلاً لیافت آغا، منور سراب اور حاجی نبی اور ان کے گھر والوں نے تاوان کی طلب کردہ رقم کا ایک حصہ ادا کر دیا تھا وہ بھی اب تک رہا نہیں ہوئے۔

انہیں تاجران و دکانداران کے سینٹر و اس پر یڈ یہینٹ، افضل زہری نے بتایا کہ صوبے میں موجود صنعتی مرکز کے بند ہونے سے پیر وزگاری بڑھ گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوبے میں انتہائی لاقانونیت ہے اور بقضا مافیا، کارچور اور اغوا کا راجح کر رہے ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ صوبے کے اسی فیصلہ نوجوان پیر وزگار ہیں اور خالی آسامیاں بکتی ہیں۔ کوئی میں منتشر کی بھرمار ہے۔

## مذہبی عقیدے کی بنا پر خطرات:

ہندو براوری کے ایک سماجی کارکن نے مشن کی توجہ پچھلے چند سالوں میں بڑھتے ہوئے امتیازی رویے کی طرف دلائی۔ اس نے بتایا کہ ہندو برادری کے

تمیں افراد سے زائد کوتاوان کے لیے انواع کیا جا چکا ہے۔ جنہوں نے انواع کے خلاف مزاحمت کی انہیں مارڈا لگایا۔ مندروں پر قبضے کرنے کے لئے اور لوگ ڈر کے مارے سماجی تقریبات میں شرکت کے لئے نہیں جاتے۔ ہندو برادری کے افراد دوسرے ملکوں میں ہجرت کر رہے ہیں۔ لیکن ایسا صرف متول افراد کے لیے ممکن ہے۔ بچیوں کا تعلیم دلانا بہت مشکل ہو گیا ہے کیونکہ والدین ڈرتے ہیں کہ انہیں انواع کر لیا جائے گا۔ اور اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور کیا جائے گا۔

اس نے ایسی ہی ایک لڑکی کا واقعہ بیان کیا جس کا نام سپنا کماری تھا۔ جس ملآنے اسے انواع کر کے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا تھا اس نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر عدالت میں بیان دیا تو وہ اس کے تینوں بھائیوں کو قتل کر دے گا۔ اگرچہ کماری نابالغ تھی لیکن عدالت نے اسے اپنے ملا شوہر کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ اس نے بتایا کہ فوج کے افسران، ملاؤ اور قبائلی سردار مختلف مذہبی اقليتوں کے خلاف جرائم کے مرتكب ہو رہے ہیں۔ اس نے بتایا کہ بہائی کمیونٹی کے تمام افراد ملک سے باہر جا چکے ہیں کیونکہ وہ یہ کر سکتے تھے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ہندو برادری کو خفیہ ادارے اپنا شانہ بنا رہے ہیں اور ان سے انہیا میں ان کے رشتہ داروں کے متعلق پوچھ چکر رہے ہیں۔

**مشن کوقلات، مستونگ، پکھی (بولان)** سبی اور خضدار میں مذہبی اقليتوں کے ارکان کے انواع کے متعلق بتایا گیا۔

مشن شیعہ ہزارہ اور احمدی برادری کے نمائندوں سے بھی ملا۔ ہزارہ وفد کے لیڈر نے بتایا کہ پچھلے دس سالوں میں ہزارہ برادری کے افراد کو فرقہ دارانہ تنظیموں جیسے کہ سپاہ صحابہ اور لشکر جہنمی مسلسل نارگٹ کلنگ اور دوسرا دہشت گردانہ کارروائیوں کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ نشانہ بننے والوں میں ہزارہ برادری کے کاروباری افراد اور سرکاری ملازم شامل ہیں۔ ہزارہ برادری کے مذہبی جلوسوں پر بھی حملے کئے گئے اور بڑی تعداد میں افراد کو ہلاک کر دیا گیا۔ جو مشتبہ افراد پکڑے بھی گئے وہ اطلاعات کے مطابق پولیس ٹیشن یا جیل سے فرار ہو گئے۔

پچھلے کچھ سالوں میں بلوچستان میں ہندو برادری سے انتیازی سلوک بڑھ گیا ہے۔ اپنے عقیدے کی وجہ سے ہندو برادری انواع اور تشدد کا شکار ہے۔ انواع کرنے والوں کی طرف سے تاوان کی رقم اتنی زیادہ مانگی جاتی ہے کہ گھروں والوں کے لیے اسے پورا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ کرپال داس اور اس کے بیٹے سنی کمار کا ہے جو ڈیرہ مراد جمالی سے جیکب آباد سفر کر رہے تھے۔ انواع کاروں نے کرپال داس کو چھوڑ دیا اور کہا کہ وہ ایک ہفتے کے اندر تاوان کی رقم کا بندوبست کرے، اگر وہ اپنے بیٹے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے۔ داس کو رقم کا انتظام کرنے کے لیے اپنی جائیداد بچنا پڑی اور دوسروں سے ادھار بھی لینا پڑا۔ ہندوؤں کی کل آبادی میں سے صرف دس فیصد ہی خوشحال ہیں اور دوسرے ملکوں میں بھرپور ہو گئی اور بھتہ دینے کا کہا گیا۔ 3 ستمبر 2010 کو القدس ریلی کے موقع پر ہونے والے حملے میں 80 سے زائد لوگ مارے گئے حالانکہ مقامی انتظامی کی اجازت کے بعد جلوس نکالا گیا تھا۔

ہزارہ قائد نے 6 مئی 2011 کو بھی ان کی برادری پر ہونے والے حملے کا حوالہ دیا جس میں چھ لوگ مارے گئے۔ مشن اس دن کوئی میں موجود تھا۔ وقعد کے قریب ہی پولیس کی چوکی اور پولیس کے ناکے کے باوجود حملہ آور آسانی سے بھاگ نکلے۔ ہزارہ برادری کے کاروباری حضرات نے یہ بھی شکایت کی کہ سرکاری

ٹرانسپورٹ ادارے بھی ان سے امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں اور ہزارہ کاروباری لوگوں کے مال کو دوسری جگہوں پر لے جانے سے انکار کرتے ہیں۔ ہزارہ ٹرانسپورٹروں پر حملہ کر کے انہیں کاروبار ختم کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ پہلے ہزارہ لوگوں کے پاس کوئی مختلف علاقوں میں اپنی دکانیں تھیں اور شہر کے ہر حصے میں ان کی ٹرانسپورٹ تھی لیکن اب وہ صرف شہر کے مرکز میں عبدالستار اور لیافت روڈ تک محدود ہو گئے ہیں۔ ہزارہ کاروباری افراد نے کہا کہ ایران اور افغانستان تجارت کے لیے جانے والوں سے رشتہ بھی دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ لی جاتی ہے۔ عام پاکستانی تاجریوں کے مقابلے ہزارہ افراد سے دس گناہ زیادہ رشتہ لی جاتی ہے۔



انجمن آری یونیشن سے ملاقات میں میں ہزارہ برادری کے نمائندوں نے اینے ذکھیان کیے

ایک شیعہ تنظیم، جماعت وحدت اسلامیں کے مولانا سید ہاشم موسوی نے کہا کہ نشان زد شیعہ حضرات کی ہلاکتوں کے علاوہ شیعوں کے مذہبی جلوسوں پر متعدد بار حملے کئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ جلوس ہمیشہ پر امن رہتے ہیں لیکن 2008ء میں کوئی میں جب کچھ شرپندوں نے جلوس پر حملہ کیا اور دو کافیں لوٹیں تو انتظامیہ نے جلوس کے شرکا پر الزام لگادیا۔ انہوں نے کہا کہ شیعہ جلوسوں پر حملوں کے نتیجے میں 100 سے زائد ہزارہ شیعوں کی دکانیں

کوئی میں۔ حرم کے ایک جلوس پر حملے کے بعد گرفتار ہونے والوں کو جن کی فرقہ وارانہ تنظیم سے تعلق کی شناخت ہوئی تھی عدالت نے آزاد کر دیا۔ انہوں نے مطالہ کیا کہ ایسے عناصر جو عدم برداشت پھیلائے ہیں انہیں روکا جائے اور ان کو چندہ دینے والوں پر نظر رکھی جائے۔

ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی کے احمد علی کوہ زاد نے بلوجستان میں ہزارہ شیعہ کمیونٹی کے نشان زد افراد کی ہلاکتوں کی تفصیل بیان کی۔ اس نے کہا کہ 1999 سے لے کر مئی 2011 تک 300 سے زائد ہزارہ کمیونٹی کے افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ ہزارہ افراد کی اموات کے حوالے سے ایک عدالتی کمیشن نے اپنی رپورٹ بھی پیش کی لیکن اسے منظر عام پر نہیں لاایا گیا۔ اس نے بتایا کہ کچھ عناصر کی کوششوں کے باوجود ان کی پارٹی نے ہزارہ، پشتوں اور بلوج کے درمیان فسادات کی روک تھام کی ہے۔ اس نے الزام لگایا کہ سعودی عرب اور ایران کی رقم پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کو ہوادینے کے لیے استعمال ہوئی ہے اور پاکستان میں ایک مصنوعی جنگ لڑی جا رہی ہے۔

اس نے مزید بتایا کہ پولیس کے مطابق صوبے میں اغوا کاروں کے 78 گروہ کام کر رہے ہیں۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اغوا کاروں کو سیاستدانوں کی معاونت حاصل ہے اور اگر کوئی پکڑا جائے تو سیاستدان پولیس کو کہہ کر اسے چھڑا لیتے ہیں۔ اغوا اور قتل و غارت نے ہزارہ برادری کے کئی دولت مند کاروباری افراد کو دیوالیہ کر دیا ہے۔ اس نے کئی ہزارہ افراد کا نام لیا جن کو لوٹ لیا گیا یا انہیں خطیر رقم تاوان کے طور پر ادا کرنا پڑیں۔ اس نے بولان میڈیا یکل کالج کے پروفیسر متاز حیدر کی مثال دی جس کو اغوا کاروں نے قتل کر دیا تھا۔ انہوں نے ایک کروڑ روپیہ تاوان کے طور پر مانگا تھا۔ گھروں والوں نے دوسرے رشتہ داروں کی مدد سے 38 لاکھ روپے ادا کر دیے۔ لیکن اغوا کاروں نے پھر بھی انہیں قتل کر دیا۔ اس نے بتایا کہ حفاظت کے پیش نظر کئی ہزارہ افراد ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔ کچھ سال پہلے کوئی کے کابجوں اور یونیورسٹیوں میں سینکڑوں ہزارہ لڑکے اور لڑکیاں پڑھ رہے تھے لیکن اب تعداد بہت گھٹ گئی ہے۔ اس نے پاکستان (سرکار) کو نصیحت کی کہ دوسرے ملکوں خاص طور پر ہمسایوں کے معاملات میں دخل اندازی بند کر دے۔ اس نے کہا کہ ایک برادری کو دوسری برادری اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ سے لڑانے کی سازش چل

## حقوق کا تحفظ کرنے کی قیمت

پاکستان میں انسانی حقوق کے محافظین، این جی اوسٹاف اور صحافیوں کے لیے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو اجاگر کرنا ہمیشہ سے ایک پرخطر کام رہا ہے۔ تاہم پچھلے کچھ سالوں میں بلوچستان میں انسانی حقوق کے محافظین کا کام بہت مشکل ہو گیا ہے۔ ان کو دھمکیوں، تشدد اور زندگیوں کے خطرات، کام سامنا ہے۔ 2011ء میں بلوچستان سے ایچ آر سی پی سے تعلق رکھنے والے دو انسانی حقوق کے محافظین صدیق عید و اور نعیم صابر کو ان کے کام کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ انسانی حقوق کے محافظین کے خلاف جرائم کی نتوکسی کو سزا دی گئی اور نہ ہی ان کے خلاف قانونی کارروائی کی گئی۔ ریاست کی کمزوریاں، ان انسانی حقوق کے محافظین کو اپنے کام کے باعث لاحق خطرات سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ کچھ واقعات میں تو ریاستی اہلکاروں کے ملوث ہونے کے واضح عکس تھے۔ تاہم اس کردار کی تفتیش کی بار بار کی درخواستوں کے باوجود بھی کوئی چھان بین نہیں ہوئی۔

نعم صابر (1977-2011)

نعم صابر ایچ آر سی پی کے ساتھ 1997ء سے وابستہ تھا اور 1998ء سے ایچ آر سی پی کے خضدار کے ڈسٹرکٹ کورٹ روپ کے کوآرڈینیٹر کے طور پر کام کر رہا تھا۔ وہ خضدار میں انسانی حقوق کی ترویج اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹنگ میں بہت سرگرم تھا۔



کلیم مارچ 2011ء کو شام تقریباً 5 بجے نامعلوم موڑ سائکل سواروں نے اس پر حملہ کیا۔ اسے بہت ہی قریب سے سات گولیاں ماری گئیں۔ وہ بہت شدید زخمی ہو گیا اور ہسپتال جاتے ہوئے دم توڑ گیا۔ وہ 35 برس کا تھا۔

اسے اکثر اس کی سرگرمیوں کی وجہ سے ریاستی کارندے اپنا شانہ بناتے تھے۔ لیکن مااضی قریب میں اس نے سوائے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی دیانتدارانہ رپورٹنگ کے جو کہ مقامی حکام کو گوارانیں تھیں اور کچھ نہ کیا تھا جس سے کسی کو شکایت کا موقع ملتا۔ بلوچ مسلح دفاع تنظیم نامی ایک گروہ نے نعم صابر کے قتل کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ یہی گروپ لوگوں کو جرا گشیدگیوں کے خلاف مقدمات درج کرانے سے باز رکھنے کے لیے دھمکیاں بھی دیتا رہا ہے۔ نعم نے اپنے پیچھے ایک بیوی اور ایک سالہ بیٹا چھوڑا ہے۔ اس کے بھائی کو بھی جان سے مارے جانے کی دھمکیاں لی ہیں۔ حالانکہ پولیس نے مقدمہ درج کیا تھا لیکن تحقیقت میں اس واقعے کی تحقیقات میں کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔ ایچ آر سی پی نے بلوچستان پولیس کے اعلیٰ افسران سے نہ صرف زبانی بلکہ تحریری شکایت بھی کی اور تفتیش کے حوالے سے عدم اطمینانی کا اظہار کیا۔ ایچ آر سی پی کی جیز پر سن نے بلوچستان پولیس چیف کے سربراہ کو بھی اس بارے میں لکھا ہے لیکن ابھی تک کوئی ثابت تبدیلی دیکھنے میں نہیں آئی۔

صدیق عید (1979-2011)

انسانی حقوق کا کارکن صدیق عید 2000ء سے پہنچی ضلع گواہر، کورٹ روپ کوآرڈینیٹر کے طور پر کام کر رہا تھا۔ علاقے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو اجاگر کرنے کے حوالے سے اس کا کام بہت اہم تھا۔ وہ ایک اخبار کے نامنگار کے طور پر بھی کام کرتا تھا۔ اس کے خلاف امن عامد خراب کرنے اور کوٹ گارڈ پر حملہ کرنے جیسے جھوٹے الزامات کی بنیاد پر ایک



مقدمہ درج کیا گیا تھا۔ گواہر کی ایک عدالت نے اسے ہمانت پر رہا کر دیا اور وہ باقاعدگی سے تمام تاریخوں پر پیش ہوتا رہا۔ وہ پہنچ میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹیں بھیجا تارہا اور اس نے جرا گشیدگیوں کے خلاف اپنی آواز بلند کئے رکھی۔ 21 دسمبر 2010ء کو وہ گواہر کی ایک عدالت میں سماحت کے لیے پیش ہوا۔ وہ مقدمے کے دوسرے ملزم اور چار پولیس والوں کے ساتھ ایک وین میں واپس آ رہا تھا کہ ایف سی کی وردی میں ملبوس اہلکاروں نے وین کو روکا۔ انہوں نے عید اور ایک اور آدمی یوسف نذر کو وین سے باہر نکالا اور پولیس والوں کے احتجاج کے باوجود وہ ایک گاڑی میں جو ایسی تھیں کیسیورٹی فورس استعمال کر رہی تھیں ڈال کر لے گئے۔ ایچ آر سی پی نے اس پر شدید احتجاج کیا اور تفتیش کا اظہار کیا کہ شاید اس پر تشدی د کیا جائے اور اس کی زندگی کو خطرہ لاثت ہے۔ ایف سی نے صدیق عید کے اغوا میں ملوث ہونے سے انکار کر دیا۔ ایچ آر سی پی نے مطالبہ کیا کہ وہ اس کے بیانات ریکارڈ کئے جائیں۔ بیشمول ان چار پولیس والوں کے جنہوں نے ایف سی کی وردی میں ملبوس افراد کو صدیق عید کو لے جاتے دیکھا۔ پولیس کے پاس مقدمہ درج کروایا گیا اور سپریم کورٹ کے سامنے غائب کیے گئے افراد کی فہرست میں بھی صدیق عید کو نام شامل کیا گیا تھا۔ حکومتی حکام کے سامنے صدیق عید کی رہائی کے لیے بار بار ایلوں کے باوجود اس کی گرفتاری کو قبول نہ کیا گیا تھا یہ کہہ کہا ہے تا وقت تک 28 اپریل 2011ء کو اور ماڑہ سے اس کی گولیوں سے چھلنی لاش ملی۔ وفات کے وقت وہ 31 سال کا تھا۔

یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں خاص طور پر جرا گشیدگیوں کے بارے میں صدیق عید کی رپورٹنگ ہی اس کے اغوا اور قتل کی وجہ بی۔ اس کے جرأت اور غائب کیے جانے اور قتل کے بارے شفاف اور قابل اعتماد انکو اسی کے لیے ایچ آر سی پی کی اپیل پر کوئی کان نہ دھرا گیا۔ اس کے قاتلوں کی نشاندہی کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کی کوئی کوشش نہ کی گئی۔

رہی ہیں۔ ملازموں اور حتیٰ کہ پاک افغان بارڈر پری جانے والی رشوت کے معاملے میں بھی ہزارہ افراد سے امتیاز برداشتاتا ہے۔

ہزارہ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نمائندوں نے کہا کہ ریاستی ادارے اپنی بنیادی ذمہ داری یعنی لوگوں کی حفاظت میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان میں ہزارہ برادری کی حالت غیر مسلموں جیسی ہے۔ ملک اس وقت شدید پر تشدد انتشار کی جانب گامز نہ ہے۔

احمدی حضرات بھی مشن سے ملے اور انہوں نے بتایا کہ فاطمہ جناح روڈ، کوئٹہ پر موجود ان کی ایک عبادت گاہ 1986 سے بند ہے۔ احمدی برادری کی بار بار کی درخواستوں کے باوجود وہ کھولی نہیں گئی۔ انہوں نے بتایا کہ 1986 میں مولویوں کے ایک جلوں نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کو سزا دینے کی بجائے حکام نے احمدی عبادت گاہ بند کر دی۔ انہوں نے بتایا کہ پچھلے کچھ سالوں میں احمدی مخالف سرگرمیوں کے تیز ہونے کی وجہ سے درجنوں احمدی دوسرے صوبوں تھی کہ دوسرے ملکوں میں بھرت کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ صوبہ بلوچستان میں 2007 سے ہر سال احمدیوں کو ان کے عقیدے کی بنا پر قتل کیا گیا ہے۔ انہیں تاداں کے لیے بھی انگوایما جاتا ہے اور کچھ کوتا داں کی ادائیگی کے باوجود قتل کر دیا گیا۔ منصور جو کہ ایک احمدی تھا اور کان کا مالک تھا سے بتیں لاکھتا داں کی ادائیگی کے باوجود قتل کر دیا گیا۔ مارچ 2010 میں ایک اور احمدی، افتخار الحنف کو انگو اکرنے کے بعد بھاری تاداں کی ادائیگی کے بعد رہا کیا گیا۔ رہا ہونے کے بعد اس نے ملک چھوڑ کر باہر آباد ہونا پسند کیا۔ برادری کے اراکین نے مشن کو بتایا کہ ان کا رواجیوں کا نشانہ بننے والے زیادہ تراحمدی آباد کرتے۔ جو چند احمدی بلوچ تھے انہیں کچھ نہیں کہا گیا۔ احمدی برادری 1986 کے واقعہ کے بعد بننے والی مسجد میں نماز ادا کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ نواب اکبر بکٹھی کے زمانے میں احمدی بلوچستان میں محفوظ تھے کیونکہ انہوں نے ملاؤں کو مدد ہی اور نسلی اقلیتوں کو نقصان پہنچانے کے بارے میں خبردار کیا تھا۔

## مزدوروں کے مسائل

زرعی محنت کش یونیورسٹی بلوچستان کے چیئر میں ستار بلوچ نے کہا کہ مزدوروں کی خلاف ورزی بلوچستان میں ایک رسم بن گئی ہے۔ اُس نے کہا کہ مزدوروں سے بہت پر خطر حالات میں کام لیا جاتا ہے اور ایک حالیہ واقعہ کی مثال دی جس میں 40 سے زائد کان کن ریاستی ادارے پاکستان منزل ڈولپمنٹ کار پوریشن (PMDC) کے زیر انتظام کان میں مارے گئے۔ اُس نے مطالبہ کیا کہ سفر لیقی کانفرنس بلاجے جائے جس میں مزدوروں، ماکان اور حکومتی نمائندے شامل ہوں۔ اس نے کہا کہ زیادہ تر لاپتہ ہونے والے افراد کا تعلق محنت کش طبقے سے تھا۔ اُس نے کہا کہ بلوچستان میں بھی صنعتکاروں کو خرکار (جری مشقت لینے والے) کہا جانا چاہیے۔ سرکاری افسران ان کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ اُس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ترقی پسند جماعتیں جوڑی یہ یونیورسٹی کو رکنوں کو تربیت دیا کرتی تھیں اب ایسا نہیں کر رہیں۔ اُس نے اساتذہ اور دکانداروں کی ہلاکتوں کی ندمت کی۔ اُس نے کہا کہ یہ سمجھنا کہ امریکہ بلوچستان کی آزادی کی حمایت کرے گا درست نہیں ہوگا۔

آل پاکستان کلرکس ایسوی ایشن کے ایک مخفجے ہوئے قائد، عبدالقدیر نے بتایا کہ اگرچہ عدالیہ نے پھلی عدالتوں کے کارکنوں کے مسائل حل کیے ہیں لیکن مزدوروں کی طرف سے دائر کی گئی پٹیشنیں ابھی تک اتنا کا شکار ہیں۔ اُس نے بتایا کہ لاپتہ ہونے والے نوجوانوں میں اکثر چڑواہے تھے۔ بلوچستان میں بھلی کی کمی کی وجہ سے زرعی پیداوار میں بہت کمی واقع ہوئی ہے۔

بلوچستان میں ڈاکٹر زیر امیریڈیکس ایسوی ایشن کے نمائندوں کے نام پتاۓ جو نشان زد ہلاکتوں کا شکار ہوئے اور مطالبہ کیا کہ میڈیکل ٹاف کو حفاظت فراہم کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ بہت سے سینتر ڈاکٹر بلوچستان چھوڑ کر ملک کے دوسرے حصوں میں یا ملک سے باہر جا رہے ہیں کیونکہ نشان زد ہلاکتوں اور انگو ابرائے تاداں کا خطرہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے صوبے میں ڈاکٹروں اور دوسرے طبی عملے کی شدید کمی ہو جائے گی۔ پہلے ہی تشخیصی تحریج گا ہوں خاص طور پر فوریہ سک تحریج گا ہوں میں کافی کمی ہے۔ انہوں نے طبی عملے کی تربیت کے لیے مزید تربیتی اداروں کے قیام پر زور دیا۔ انہوں نے ذرائع ابلاغ

پرنکتہ چینی کی کہ وہ ڈاکٹروں کے مسائل کو صحیح کوئری  
نہیں دے رہے۔

سول سو سائیٰ کا نقطہ نظر:



بلوچستان میں قلات کے پہاڑی علاقے سے  
تعلق رکھنے والے سماجی کارکن، ملک صوبیدار نے کہا  
کہ بلوچستان میں بنیادی سہولیات بچل، زرعی پانی اور  
صحت کی عدم دستیابی کی وجہ سے لوگ بہت مشکل  
زندگی گزار رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ قلات کے  
لوگ نہیں جانتے کہ علاقہ کے لیے ملنے والی گرانٹ  
کہاں اور کیسے خرچ ہوتی ہے۔

ایچ آر سی پی کوئٹہ کے ارکین نے بھی مشن سے  
مشن کے اختتام پر کوئٹہ میں ایچ آر سی پی کی چیئرمین زہرو یوسف (مرکز) اور دوسرے ارکین پرنس کافنفرنس سے خطاب کر رہے ہیں  
ملاقات کی اور بلوچستان میں انسانی حقوق کے درج ذیل مسائل کو جاگر کیا۔

1۔ امن عامہ کی ابتو صورتحال / انوغاء برائے تاؤان

2۔ جبری گشادگیاں اور لاپتہ کیے گئے افراد کی مسخ شدہ لاشیں

3۔ مذہبی اقلیتوں کے افراد جنہیں عدم تحفظ کا سامنا ہے

4۔ نشان زد ہلاکتیں

5۔ پریشان گروپ جیسے کہ طالبان، باغی اور دوسرے شدت پسند مسلح گروہ

کئی ارکین نے یہ تجویز دی کہ جلد از جلد بلوچستان اسمبلی کے لیے صوبائی انتخابات کروائے جائیں کیونکہ موجودہ حکومت صوبے کے معاملات سے لائق ہو گئی ہے اور صوبے کو عملاً ایف سی والے چلا رہے ہیں۔ تاہم دوسرے ارکین نے اس کی مخالفت کی۔ ارکین نے فرقہ وارانہ ایجاد ارکھنے والے مسلح گروہوں کی کارروائیوں کی مزاحمت پر زور دیا جو مذہبی اجتماعوں پر حملوں اور قتل میں ملوث ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ بہت سے با اثر گروہ زمینوں پر قبضوں میں ملوث ہیں۔ پورے بلوچستان بھر میں درست مردم شماری پر زور دیا گیا۔ کچھ ارکین نے کہا کہ بعض علاقوں میں مردم شماری نہیں کی جا رہی۔ غیر ملکیوں کا کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ حاصل کرنے کا سہنہ بھی اٹھایا گیا۔ ارکین نے پڑھ لکھے افراد کی گشادگیوں اور انوغاء برائے تاؤان کا ذکر کیا اور کہا کہ ان میں زیادہ تر افراد سیاسی یا فرقہ وارانہ سرگرمیوں میں ملوث نہیں تھے۔ انہوں نے زور دیا کہ بڑی سیاسی جماعتیں لوگوں کا اعتبار کھو چکی ہیں کیونکہ وہ بلوچستان کے لوگوں کو درپیش مسائل کے حل کے لیے کچھ نہیں کر رہیں۔ کچھ ارکین نے کہا کہ بلوچستان میں برداشت کی بہت ترقی پسند روایات تھیں جو کہ اب ختم ہو رہی ہیں۔ انہوں نے فرقہ وارانہ سرگرمیوں کو روکنے کے لیے تمام براذریوں کی شمولیت پر زور دیا۔ کچھ ارکین نے خفیہ اداروں پر مذہبی اقلیتوں کو ڈرانے اور رقم بٹورنے کا الزام لگایا۔ انہوں نے سرکاری اور نجی سکولوں میں پڑھائے جانے والے نصاب کی اصلاحات اور نصابی کتب میں موجود نفرت اور عدم برداشت ختم کرنے کے لیے از سرنوجائزہ کا مطالباہ کیا۔ مدرسون اور

ان کے نصاب کو اندکے ضابطے میں لانے کے بارے میں بھی بات کی گئی۔ صوبے میں ایف سی کے اہلکاروں اور فوج آپریشنوں سے صرف نظر ختم کرنے پر زور دیا گیا۔ اسی آرسی پی کے مذہبی اقیتی ارکان نے کہا کہ صوبائی اور وفاقی اسمبلی میں ان کے نمائندوں کا انتخاب ان کے ووٹوں کے ذریعے ہونا چاہیے نہ کہ موجودہ طریقہ یعنی ان کی سیاسی پارٹی کی طرف سے نامزدگی کے تحت۔ ارکین نے واضح کیا کہ بلوچستان میں ایک دوسرے کی رائے کو احترام دینے کی پرانی روایت اس لیے ختم ہو رہی ہے کہ ریاست انتہا پسندوں کی سر پرستی کر رہی ہے۔ خفیہ اداروں کے اخساب کا پروزور مطالبہ کیا گیا۔

### سرکاری نقطہ نظر:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے وزیر اعلیٰ بلوچستان، ایف سی کے اسپکٹر جزل اور بلوچستان پولیس کے آئی جی سے ٹیلی فون اور خط کے ذریعے ملاقات کا وقت مانگا۔ تاہم بار بار کی درخواست کے باوجود بھی مشن کو وزیر اعلیٰ اور ایف سی کے اسپکٹر جزل سے ملاقات کے لیے وقت نہ دیا گیا۔ بلوچستان پولیس کے قائم مقام آئی جی غالب علی نے مشن سے ملاقات کی۔

آئی جی نے مشن کو بتایا کہ پولیس نے صوبہ بھر میں مختلف مقامات پر جری گمshedگی کے 46 مقدمات درج کئے ہیں۔ ایک دن پہلے 6 مئی کو ہزارہ براڈری پر ہونے والے حملے کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ حملہ اس وقت ہوا جب رات کی ڈبوئی والے اپنی ڈبوئی ختم کر کے جا چکے تھے اور ڈبوئی پر نے آنے والوں نے ابھی ڈبوئی نہیں سنچاہی تھی۔ انہوں نے اس بات سے انکار کیا کہ وہاں موبائل پولیس یونٹ موجود تھا اور اس نے کچھ نہ کیا جبکہ حملہ آور چالیس منٹ تک گولیاں چلاتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ موبائل پولیس کی گشت کرنے والی گاڑیوں کے لیے پڑوال خریدنے کے لیے نہ کی کمی تھی۔ انہوں نے سبی ڈسٹرکٹ اور سیشن نج کی بلوچستان ہائی کورٹ کو بھیجی جانے والی شکایت کا ذکر کیا کہ کوئی میں قید ملزم موں کو معاونت کے لیے بھی نہیں لے جایا جاتا۔ جب پولیس کو بلوچستان ہائی کورٹ کی طرف سے یہ شکایت موصول ہوئی تو انہوں نے عدالت کو بتایا کہ ان کے پاس پڑوال خریدنے کے پیسے نہیں ہیں اس لیے زیر معاونت مقدمات کے ملزمان کو پولیس مختلف اضلاع میں عدالت میں پیش نہیں کر سکتی۔ ارکین نے جب یہ پوچھا کہ کیا پولیس کو مختلف جرائم بشمل دہشت گردی کے واقعات کے بارے میں کوئی تربیتی کورس کروایا گیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ان کے علم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

صوبے کے مختلف حصوں میں جری گمshedگیوں کے واقعات کے حوالے سے ملنے والی لاشوں کے متعلق استفسار پر آئی جی نے بتایا کہ جب بھی کوئی ایسی شکایت آتی ہے تو ہم مقدمہ درج کر لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پولیس کے تفتیش کرنے والے افراد نے مسخ شدہ لاشوں کو شناخت کرنے کی کوشش تھی۔ انہوں نے بتایا کہ شکایت کنندہ اکثر یہ کہتے ہیں کہ انہوں کرنے والے کسی خفیہ ادارے کے اہلکار تھے لیکن کبھی بھی کسی مخصوص ایجنسی کی باقاعدہ نشاندہی نہیں کر پائے جس کے بارے میں انہیں شک تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ صوبہ ہر قسم کے شدت پسندوں بشمول ان کے جو "آزاد بلوچستان" یا "عظیم" بلوچستان کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ پولیس اپنے طور پر بلوچستان کی موجودہ صورتحال کو نہیں سنچاہی سکتی۔ انہوں نے مزید بتایا کہ بلوچستان میں لوگوں کا پولیس پر سے اعتماد اٹھ گیا ہے۔ اسی طرح اقدار میں موجود لوگوں کے طرز حکمرانی، اقدار اور ساکھ پر اعتماد نہیں رہا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ لیویز کی تعیناتی کے بعد ان علاقوں میں پولیس دخل نہیں دے سکتی۔

# مشابہات اور اخذ کردہ نتائج

ایسے آرٹی پی کے تحقیقاتی مشن کے مطابق بلوچستان کے حالات نہایت مخدوش ہیں۔ مشن کے بنیادی مشابہات درج ذیل ہیں۔

- ریاستی اہلکار اور صوبے میں کارروائیاں کرنے والے باغی اور انہا پسند، دونوں ہی کو شہریوں کے حقوق کا پاس نہیں ہے۔ باغیوں نے آبادکاروں، کوشاں زد کر کے بے دھڑک قتل کیا ہے۔ بلوچ قوم پرستوں میں سے چند ایک ان ہلاکتوں پر درگذر کرتے ہیں جب کہ دوسرے ان قتوں کی کھلے عام مذمت نہیں کرتے۔

انہا پسند مذہبی اقلیتوں کو نرم چارہ سمجھتے ہیں۔ ریاست، جس سے اعلیٰ معیار کی توقع کی جاتی ہے، اپنے اہلکاروں کی حرکات پر بے چین نظر نہیں آئی، جو کہ انسانی حقوق کی سکلین خلاف ورزیوں کے واقعات کی تحقیقات نہ ہونے سے واضح ہے۔ جری گمshed گیوں اور ہلاکتوں میں سکیورٹی فورسز کے ملوث ہونے کے ٹھوس شواہد ہیں۔ سکیورٹی اداروں کے اہلکاروں کے خلاف درج مقدمات کی تحقیقات نہیں کی گئیں۔ تحقیقات تو کجا، پولیس، فوجی، نیم فوجی اہلکاروں سے ملاقات تک کا شرف حاصل نہ کر سکی اور عدالتیں اپنے احکامات پر عمل درآمد کروانے میں ناکام ثابت ہوئی ہیں۔

- صوبے کے تمام حصوں سے جری گمshed گیوں کی اطلاعات موصول ہونے کا سلسلہ جاری ہے۔ سکیورٹی ایجنسیوں کی غیر تسلیم کردہ تحويل سے متعدد گمshedہ افراد کی رہائی کو یقینی بنانے کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ جری گمshed گیوں کے واقعات کی تحقیقات کے لیے تشكیل دیا گیا کمیشن بڑی حد تک غیر موثر رہا ہے، جس کے باعث لوگوں کو شدید مالیوں ہوئی۔

- ویران مقامات پر سڑک کنارے جری گمshedہ افراد کی منسخ شدہ نعشیں برآمد ہونے کا نیا اور پریشان کن سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ ان میں کئی ایسے واقعات شامل ہیں جن میں گواہوں نے مقتول کو غواہ کرنے کا ذمہ دار ریاستی اہلکاروں کو تھہرا یا تھا۔ کسی ایک وقعد کی بھی تحقیقات نہیں کی گئی۔

- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صوبے میں تمام اختیارات سکیورٹی فورسز کے پاس ہیں جو سزا سے ممبر ایں۔

- چیک پوستوں پر متعین ایف سی اہلکاروں کے ناروارویے کی متعدد شکایات موصول ہوئی ہیں۔

- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سول انتظامیہ جسے نمائندگی کے لیے منتخب کیا گیا تھا اپنے اختیارات سے دستبردار ہو گئی ہے۔ سکیورٹی فورسز خود کو سیاسی حکومت یا عدالیہ کے سامنے جواب دہ یا لا تقدیم اختساب نہیں سمجھتیں، اور نہ وہ سول انتظامیہ کے ساتھ تعاون کرنا ضروری سمجھتی ہیں۔

- صوبائی حکومت بے اختیار اور بے تعقیل نظر آتی ہے اور لوگوں کے لیے انہائی اہمیت کے حامل معاملے کو جاگرنہ کرنے، نظم و نسق کرنے میں ناکام اور صوبے

میں فوجی اتحارٹی کے تالیع ہونے کی موردا نرام ٹھہرائی جاتی ہے۔

- 8- سیاسی گفت و شنید یا مذاکرات کی بجائے طاقت کے استعمال کو ترجیح دی جائی ہے۔ ٹھوس اصلاحات کے لیے بلوچستان پکج میں کیے گئے وعدے، بلوچ رہنماؤں کے قتل کی تحقیقات، جبری غائب کرنے گئے افراد کی رہائی، لوگوں کے لیے معاشی موقع اور اندر وطن ملک نقل مکانی کرنے والوں کی بھالی نواز اور آباد کاری ابھی تک وعدے ہی ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی نمایاں پیش رفت نہیں ہوئی۔
- 9- صوبے میں شدید خوف کی نضاپائی جاتی ہے، بالخصوص ان لوگوں میں جن کے رشتہ دار لاپتہ ہیں یا جبری گشندگی کے بعد رہا ہوئے ہیں۔ لوگ اس خوف سے مقدمات کی پیروی کرنے سے گریزاں ہیں کہ ان کے خاندان کے دیگر افراد کو شانہ بنایا جا سکتا ہے۔
- 10- لسانیت اور عقیدے کی بنیاد پر ثار گٹ ٹکنگ کے واقعات معمول کا حصہ بن چکے ہیں۔ نشانہ بننے والوں میں اساتذہ اور ڈاکٹروں جیسے پیشہ ور ماہرین اور تاجر شامل ہیں۔
- 11- مذہبی اقلیتی طبقوں کے افراد نے ٹار گٹ ٹکنگ اور اغواء برائے تادان جیسے واقعات کے باعث شدید عدم تحفظ کا اظہار کیا ہے۔ سلامتی کے بارے میں تحفظات کے پیش نظر بعض واقعات میں بچوں کو سکول سے اٹھایا گیا ہے۔ حفاظتی تحفظات کو منظر کھتے ہوئے متمول ہندو، احمدی اور ہزارہ شیعہ وہاں سے نقل مکانی کر کے پیرون ملک چلے گئے ہیں۔ نشانہ بننے والی برادریوں کے قدرے غریب لوگ کوئی یادگیر صوبوں میں چلے گئے ہیں۔ طبقات کے مابین ہم آہنگی اور مصالحت کو فروغ دینے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔
- 12- اقلیتی گروہوں، خواتین، بچوں اور مزدوروں کے حقوق عدم تو ہمی کاشکار ہیں۔
- 13- بلوچستان میں غیر بلوچ ”آبادکاروں“ کوئی گناہ نشانہ بنایا گیا۔ کئی اصلاح میں کئی علاقوں سے آبادیوں کا صفائی کر دیا گیا ہے۔
- 14- لاکنونیت تشویشاً ک حد تک بڑھ چکی ہے جس کے باعث معمول کی زندگی اور معاشی سرگرمیاں معطل ہو چکی ہیں۔ صوبے میں اغواء برائے تادان کے واقعات میں کم از کم 78 منظہم گروہوں کے ملوث ہونے کی اطلاعات ہیں۔ لوگوں میں یہ تصور عام ہے کہ ٹکنیک جرام میں ملوث گروہوں اور افراد کو سیاستدانوں اور سکیورٹی فورسز کی حمایت حاصل ہے۔
- 15- انسانی حقوق کے محاذین اور سیاسی کارکنوں کو محض لوگوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو اجاگر کرنے کے باعث نشانہ بنایا گیا۔
- 16- محاذ آرائی، قدرتی اور آدم ساختہ آفات کے باعث لوگوں کی بے خلی کے کئی برسوں بعد بھی جبری بے گھر ہونے کا سلسہ جاری ہے۔ یہ انتہائی تشویش ناک امر ہے کہ 2009 میں ایچ آری پی کے بلوچستان جانے والے تحقیقاتی مشن کے دورے کے بعد ایچ آری پی کی جانب سے اجاگر کیے جانے والے خدشات کا ازالہ نہیں ہوا اور بعض معاملات میں صورت حال مزید خراب ہوئی ہے۔ ایچ آری پی کا خیال ہے کہ اگر 2009 میں ایچ آری پی کی سفارشات پر مخاصانہ عملدرآمد کی کوشش کی گئی ہوتی تو انتشار کی جانب بڑھتا دھارہ کھم جاتا۔ بلاشبہ بلوچستان میں ریاست کو انتہائی شدید مشکلات درپیش ہیں مگر لوگوں کو حکمرانی میں شامل ہونے کا موقع نہ دے کر انہیں مزید مشکل بنادیا گیا ہے۔ اپنے بارہا کیے کیے گئے مطالبے کو ایچ آری پی ایک بار پھر دہراتا ہے کہ لوگوں کی آواز پر کان دھرا جائے۔

## سفارات

مشن نے مشاہدہ کیا کہ 2009 میں بلوچستان کے لیے ایج آر سی پی کے تحقیقاتی مشن کی سفارشات موثر تھیں، تاہم ان پر عملدرآمد نہ کیا گیا۔ (ضمیمه 1 ملاحظہ کریں) چنانچہ مشن نے ان تمام سفارشات کا اعادہ کیا ہے اور اس امید کا اظہار کیا کہ اس باران پر زیادہ سنجیدگی سے غور کیا جائے گا اور ان پر عملدرآمد کیا جائے گا۔

مزید برآں، مشن نے درج ذیل سفارشات تجویز کیں۔

1- جری گمshedگیوں کا غیر قانونی طریقہ کار قانون کی حکمرانی کی مکمل نفی ہے اور اسے فوری طور پر بند ہونا چاہیے۔ ریاست اس امر کو یقینی بنائے کہ اس کے الہکاروں کے اقدامات قانون کی حدود میں رہیں اور فرائض سے کوتا ہیوں کی شفاف اورقابل بھروسہ طریقے سے تحقیقات ہوں اور ذمہ داران کو قانون کے مطابق سزا دی جائے۔ تمام جری گمshedہ افراد کا فوری سراغ لگایا جائے، انہیں رہا کیا جائے اور معاوضہ ادا کیا جائے۔ انہیں غیر قانونی حرast میں رکھنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ جن وجوہات کی نشاندہی کی گئی ان میں جری گمshedگیوں کی تحقیقات کے کمیشن پر لوگوں کا عدم اعتماد شامل ہے۔ کمیشن پر ان کے عوام کے اعتماد کو تسلیم کیا جانا چاہیے اور واقعات کی تحقیقات کے لیے فوراً ایک ایسا طریقہ کار وضع کیا جائے جس پر لوگ اعتماد کریں۔

2- صوبے میں کام کرنے والی تمام سکیورٹی فورسز کو سول کنشروں میں لا یا جائے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے ہونے والی ہر کارروائی قانون کی حکمرانی کے اندر اور سول انتظامیہ کی زیر نگرانی ہونی چاہیے۔ فنیں کاشٹبلری کو سولیں اداروں کی معاونت میں اور سول کنشروں کے تحت کام کرنا چاہیے۔ سول مسلح افواج، کو جہاں بھی سول حکام کی مدد کے لیے طلب کیا جائے، انہیں سول انتظامیہ کے زیر کنشروں اور اس کے ظلم و ضبط کی پابندی کرنی چاہیے۔ کسی بھی واقعہ میں انہیں پولیس کے فرائض سنبھالنے یا من مانے طور پر کام نہیں کرنا چاہئے۔ قانونی کارروائی سے مکمل اشتہنی کا فوری خاتمه ہونا چاہئے جو کہ اس وقت بلوچستان میں ایسی کو حاصل ہے۔

3- صوبے میں پولیس کے فرائض پولیس کو واپس تفویض کئے جائیں۔ اس کی باقاعدہ تربیت ہونی چاہیے اور اسے اس بارے میں حساس بنا نا چاہیے تاکہ وہ امن و قانون کی بحالی اور عوام کے حقوق کے احترام کو یقینی بنائے۔ پولیس کو مقدمات کا اندر اراج کرنے کی اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے اور جری گمshedگیوں، ٹارگٹ کلنگ، مسخ شدہ لاشوں کی برآمدگی اور اخواء برائے تاوان کے واقعات کی موثر تحقیقات کرنی چاہیے۔ پولیس میں اعتماد پیدا کیا جائے کہ وہ بلا لحاظ للزم کے مرتبے یا سکیورٹی فورس کے ساتھ وابستگی سے قطع نظر، پولیس کے فرائض ادا کرنے والے سکیورٹی فورس کے الہکاروں کے خلاف درج ہونے والی شکایات کی تحقیقات کرے۔

- 4۔ تاحال سکیورٹی فورسز کے اختساب اور انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزیوں پر حاصل مکمل استثنی کے خاتمے کی ضرورت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ایچ آر سی پی یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ ریاستی اہلکاروں کے غیر قانونی اقدامات کی بنیادی وجہ ان کو حاصل استثنی ہے اور اگر یہ امر واضح کر دیا جائے کہ غیر قانونی اقدامات پر ذمہ دار ان کو سزا سے تحفظ حاصل نہیں ہو گا تو ان میں بڑے پیمانے پر کمی واقع ہو گی۔ ایچ آر سی پی اس بات پر زور دیتا ہے کہ حقوق کی خلاف ورزیوں کے ذریعے اندر وطنی سلامتی کو کبھی بھی یقینی نہیں بنایا جاسکتا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور سکیورٹی فورسز کے عملے کو باضابطہ طور پر جواب دہنہ کے لیے ایک منظم طریقہ کارروض کیا جائے اور ان اہلکاروں کے خلاف لوگوں کی جانب سے کی گئی شکایات پر توجہ دی جائے۔ ایسا ضابطہ کارہونا چاہیے جو لوگوں میں اعتماد پیدا کرے اور وہ ان کے لیے آسان اور قابل رسائی ہونا چاہیے۔
- 5۔ قانونی طور پر مجاز حکام کے علاوہ کسی فرد کو اپنی تحویل میں نہیں لینا چاہیے۔ زیرِ حراست فرد کو جلد از جلد اس پر لگے الزامات سے آگاہ کیا جائے۔ اور آئینی تقاضوں کے مطابق اسے 24 گھنٹوں کے اندر عدالت میں پیش کیا جائے اور اس کے باضابطہ ٹرائل کے حقوق کا احترام کیا جائے اور اس ضمن میں اس کی معاونت کی جائے۔ ان حقوق کا تحفظ نہ کرنے والوں کے خلاف تندہ ہی سے قانونی کارروائی کی جائے۔
- 6۔ یہ انتہائی افسوسناک امر ہے کہ جری گم شدگی کے شکار افراد عدالت میں پیش کیے جانے کی بجائے اب ویران مقامات سے مسخ شدہ نعمتوں کی شکل میں نمودار ہو رہے ہیں۔ لاپتہ فرد کی نعش برآمد ہونے کے ہر واقعے کی عدالتی تحقیقات کی جائے اور عوام کو روپورٹ سے آگاہ کیا جائے۔ متاثرہ افراد کے اہل خانہ کو معاوضہ بھی ادا کیا جائے۔
- 7۔ صوبے میں فیصلہ سازی اور حکومت چلانے کے اختیارات جمہوری سیاسی حکام کو سونپے جائیں۔ صوبائی حکومت کو اپنے اختیارات کو روئے کار لانے اور عوام کی بہتری کے لیے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ صوبائی حکومت کو چاہیے کہ وہ امن و عامہ کے قیام اور تمام افراد کے تمام حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے کا اپنا فریضہ پورا کرے۔ جب لوگوں کو ان کے مذہبی عقائد اور انسانی تشخیص کی وجہ سے قتل کیا جا رہا ہے تو اسے محض تماشائی کا کردار ادا نہیں کرنا چاہیے۔ حکومت تمام تعلیمی عملے کے تحفظ کو یقینی بنانے اور دیکھنے کے لیے تعلیمی ادارے پر امن ماحول میں کام کر رہے ہیں۔ نام نہاد آباد کاروں سمیت تمام افراد کے حقوق کو تحفظ دیا جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو قانون کے کٹھرے میں لا جائے۔
- 8۔ اعلیٰ عدالیہ ماتحت عدالت میں سرگرمی کا مظاہرہ کریں۔ عدالیہ کو اپنے احکامات پر عملدرآمد کو یقینی بنانے میں بھی زیادہ تندہ ہی کام مظاہرہ کرنا چاہیے۔
- 9۔ نشان زد ہلاکتوں اور انواعہ برائے تاوان جیسے گھاؤنے جرائم میں ملوث ریاستی اہلکاروں کو سیاستدانوں اور حفاظتی اداروں کی جانب سے تحفظ کے خلاف شکایات کی جائجی کی جائے اور نتائج عوام کے سامنے لائے جائیں۔ جوفر، بھی مجرم ثابت ہوا سے قرار واقعی سرزادی جائے۔
- 10۔ حکومت نشانہ بننے والی آبادیوں کے ساتھ مشاورت کر کے اس امر کو یقینی بنائے کہ ٹارگٹ ٹنگ کی روک تھام کے لیے تمام ممکنہ اقدامات اٹھائے جائیں گے، تمام واقعات کی مؤثر تحقیقات ہوں گی اور ملزمان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ مذہبی، فرقہ وارانہ اور انسانی ہم آہنگی کے فروع کے لیے ترجیحی نبیادوں پر ٹھوں اقدامات کرنے کی اشد ضرورت ہے۔
- 11۔ اقلیتی مذہبی برادریوں کی عبادت گاہوں اور اجتماع کو تحفظ فراہم کیا جائے اور ان برادریوں کو حفاظت کا یقین دلایا جائے۔
- 12۔ یہ بالکل ناقابل قبول ہے کہ صوبے میں اندر وطن ملک نقل مکانی کرنے والے بیشتر افراد تاحال بے دخل ہیں اور ان کی دیکھ بھال نہیں کی گئی۔ جری بے دخل

- کیے گئے افراد کو از سر نو بحال کرنے اور جس حد تک ممکن ہو سکے، انہیں اپنے آبائی علاقوں میں واپس آباد کرنے کے اقدامات کو ترجیح دی جانی چاہیے۔
- 13- ریاستی اہلکاروں کے تشدد کا نشانہ بننے والے تمام متأثرین کو مناسب اور فی الفور معاوضہ ادا کیا جائے۔
- 14- حکومت کو چاہیے کہ وہ صوبے میں انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش ذاتی خطرات کا ادراک کرے اور ان کو روکنے کے لیے اقدامات کرے۔ اگرچہ حکومت پر تمام افراد کو محفوظ ماحول فراہم کرنے کا فریضہ عائد ہوتا ہے، تاہم انسانی حقوق کے محافظین کے سلسلے میں یہ فریضہ، اس حقیقت کے پیش نظر کہ ان کے کردار کے بغیر انسانی حقوق کی متعدد خلاف ورزیاں منظر عام پر نہیں آ سکتیں، زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ انسانی حقوق کے محافظین کے قتل کے واقعات کا نوٹ لیا جائے اور قاتلوں کو انصاف کے کھرے میں لانے کے لیے کوئی بھی دلیل مذکور ہے۔
- 15- صوبے میں خوف کی فضا کو ختم کرنے اور لوگوں کو تحفظ کی یقین دہانی کرانے کی اشد ضرورت ہے۔ ایسا ہوئے بغیر لوگ ان ریاستی اہلکاروں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی پیروی نہیں کریں گے، جنہیں وہ اپنے حقوق کی خلاف ورزیوں کا ذمہ دار سمجھتے ہیں، باخصوص الیٰ ریاست کی موجودگی میں، جس نے عرصہ دراز سے یوریت اپنائی ہوئی ہے کہ جب اسے حقوق کے تحفظ کو اپنی توجہ کا مرکز بنانا چاہیے، وہ اپنا منہ وسری جانب پھیر لیتی ہے۔
- 16- بلوچستان کی سیاسی جماعتوں اور وسیع سول سوسائٹی کو مستقبل کی راہ عمل کے لیے ہمہ گیر مشاورت کرنی چاہئے۔ باخصوص، سیاسی جماعتوں کو عوام کے حقوق اور بلوچستان کے مفادات کے تحفظ اور فروع کی خاطر آپس میں مذاکرات کر کے مثمن کہ مطالبات پر متفق ہونا چاہیے۔ سیاسی جماعتوں کو یہ بھی چاہیے کہ وہ بلوچستان کا مسئلہ پارلیمنٹ میں لا کیں۔ صوبے کی تمام سیاسی قوتوں کو بڑے سیاسی دھارے میں لا یا جانا چاہیے۔
- 17- امن و عامہ کی صورتحال میں، بہتری معاشی سرگرمیوں کے لیے لازمی شرط ہے، جو کہ صوبے میں غربت اور وسیع پیانے کی بے روزگاری پر قابو پانے کے لیے لازمی ہے۔
- 18- صوبے کے لوگوں کو با اختیار بنانے اور ان میں اعتماد بحال کرنے کی غرض سے حکومت کے اعلان شدہ اقدامات کے مطلوبہ اثرات سامنے نہیں آئے۔ لوگوں کے مصالیب کا ازالہ کرنے کی خاطر اقدامات کرنے اور ان پر عملدرآمد کا سلسہ جاری رہنا چاہیے۔



# ضمیمه جات



## 2009 میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے بلوچستان مشن کی سفارشات

- بلوچستان میں اعتماد کی فضال بحال کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ تمام فریقوں کے درمیان صلاح و مشورہ ممکن ہو سکے۔ اعتماد بحال کرنے کے لیے پہلے قدم کے طور پر صوبہ میں فوج ہٹالینالازی ہے۔
- شہری علاقوں میں سول مسلح فورس سے متعلق قوانین کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے ان کے کردار اور اصلاحات پر پارلیمان میں بحث کی ضرورت ہے۔
- دیرپا اثرات کے لیے صوبے کی تمام سیاسی قوتوں کو بڑے سیاسی دھارے میں لانا ہوگا۔
- صوبہ بلوچستان کی عوام کو یہ یقین دہانی کہ رانا بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے معاملات بشرط قدرتی وسائل کے انتظام اور اختیار کے بارے میں مختار کل ہوں گے۔
- لاپتہ اور بے گھر افراد سے متعلق بلوچوں کی پریشانیوں کو فوری حل کیا جائے اور فیصلہ سازی کی طاقت عوام کے منتخب شدہ نمائندوں کے حوالے کی جائے۔
- لاپتہ افراد کے معاملے میں اعلیٰ تحقیقاتی کمیشن بنایا جائے جس کے پاس گمشد گیوں کی تحقیق، گواہوں کے بیانات، اور کسی بھی ریاستی ادارے کے الہکار کو جس کا ان معاملات سے واسطہ ہو، طلب کرنے کا اختیار ہو۔
- ان تمام افراد کو جو غیر قانونی حرastت میں ہیں انہیں آزاد کیا جائے اور ان کو معاوضہ ادا کیا جائے۔ سیاسی قیدیوں کو رہا کرنے کی ضرورت ہے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے مرتكب افراد کو عدالت کے کٹھرے میں لایا جائے۔
- بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے متعلق وہاں سے باہر کے لوگوں میں شعور بیدار کیا جائے۔
- کوئئی اور دوسرے شہری علاقوں میں صنعتی مرکز کھولنے کی ضرورت ہے تاکہ نوجوان اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائسنس اور انہیں روزگار حاصل ہو۔
- سول سوسائٹی کو چاہیے کہ بلوچستان میں اپنی سرگرمیاں تیز کر دے تاکہ انسانی حقوق کی صورت حال اور جمہوریت کے فروغ کی تگرانی ہو سکے اور بلوچستان کے لوگوں کے مسائل کو اجاگر کیا جاسکے۔
- تو می ذرائع ابلاغ کی جانب سے بلوچستان کے حالات کی نشر و اشاعت سطحی اورنا کافی ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ وہاں کے مسائل کی اشاعت کو زیادہ جگہ اور نشريات کے لیے زیادہ وقت دیں۔ بلوچستان کے مسائل کو ذرائع ابلاغ میں قومی سطح کی نشر و اشاعت کا حصہ بنایا جانا چاہیے۔
- بلوچستان میں تعلیم کا معیار کافی پست ہے حالیہ جاری تشدد اور اس کی وجہ سے بار بار تعلیمی اداروں کے بند ہونے سے بلوچستان کے طلباء کا اور بھی زیادہ تعلیمی نقصان ہوا۔ ان حالات میں بلوچستان کے طلباء کو دوسرے صبوہوں کے طلباء کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انہیں کالجوں، یونیورسٹیوں میں داخلہ اور سرکاری ملازمتوں میں خاص رعایت ملنی چاہیے۔
- آخری، لیکن سب سے اہم بات یہ کہ اعمال الفاظ سے زیادہ مؤثر ہوتے ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ بلوچستان کے لوگوں کو سہولیات بھم پہنچانے کے لیے عملی اقدامات کرے۔ مثلاً نوجوانوں کے لیے روزگار، صوبائی حکومت کے لیے فنڈز میں اضافہ، بلوچ علاقوں سے فوج اور نیم فوج کو ہٹانا، لاپتہ کیے گئے افراد اور سیاسی قیدیوں کی رہائی اور مزید صوبائی خود مختاری کے لیے آئینی اصلاحات۔ مختصر ایہ کہ اگر بلوچستان کو مزید درد و غم سے بچانا ہے تو وہاں فوری سیاسی حل کی ضرورت ہے۔

## پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی بلوچستان میں لاپتہ ہونے والے افراد کی فہرست

(مئی 2011 تک) 29

نمبر شمار	نام	ولدیت	گمشدگی کی تاریخ	ضلع	موجودہ حالت
1	عبد الحکیم بنگلوری	عبد الوہاب بنگلوری	29-8-2009	کوئٹہ	سراغ مل گیا
2	عبد الحمید بلوج	غلام شاد	14-3-2007	کچ	لاپتہ
3	عبد الکریم بلوج	غوث بخش	27-3-2009	حضردار	لاپتہ
4	عبد القدر لانگو		08-9-2009	کوئٹہ	لاپتہ
5	عبد القیوم کارمریڈ	نذر محمد	11-12-2010	گوادر	لاش ملی
6	عبد الرحیم		26-12-2006	گڈانی	سراغ مل گیا
7	عبد الرسول مری		01-02-2008	کوئٹہ	لاپتہ
8	عبد الرحمن	غلام حسین	03-09-2010	گوادر	لاپتہ
9	عبد الشتر	داد محمد	15-08-2010	بنگلور	لاش ملی
10	عبد الوہاب	نور محمد	08-3-2010	ترہت	لاپتہ
11	عبد الوحید بلوج	حاجی عالی	14-3-2007	کچ	سراغ مل گیا
12	آغا عبدالشاه	سید گل آغا	15-8-2010	بنگلور	لاش ملی
13	احمد داد	داد محمد	3-10-2010	ترہت	لاش ملی
14	احمدونی	علی احمد	16-5-2011	ترہت	لاش ملی
15	آخر لانگو		23-4-2011	کوئٹہ	لاش ملی
16	عالم پیر کانی		24-9-2000	حضردار	سراغ مل گیا
17	علی احمد مری		21-2-2005	سی	سراغ مل گیا
18	علی احمد بلوج		2-5-2009	کوئٹہ	لاپتہ
19	علی اصغر بنگلوری		18-10-2002	کوئٹہ	لاپتہ
20	امان اللہ		30-10-2006	کرک	سراغ مل گیا
21	عطاء اللہ بلوج		27-3-2009	حضردار	لاپتہ
22	عزیز اللہ	وڈیرہ شاہ نواز مری	25-9-2006	کوئٹہ	سراغ مل گیا
23	بھار خان	بیگ محمد	30-6-2010	کوئٹہ	سراغ مل گیا
24	بیش عظیم، ڈاکٹر		6-2-2009	سی	لاپتہ

نمبر شار	نام	ولدیت	گمشدگی کی تاریخ	صلع	موجودہ حالت
25	بنتیار بنگلوئی		3-3-2009	سی	لاپتہ
26	بیرگ		15-2-2007	تربت	سراغ مل گیا
27	برگ مری		5-6-2006	کوئٹہ	لاپتہ
28	چاکر گمراہی		6-2-2009	کوئٹہ	سراغ مل گیا
29	چاکر خان مری	جیل احمد	3-9-2009	کوئٹہ	لاپتہ
30	داد رحمان		26-12-2006	گڈانی	سراغ مل گیا
31	ڈاکڑ دین محمد بلوج	قادر بخش	29-6-2009	خضدار	لاپتہ
32	دین محمد		26-12-2006	گڈانی	سراغ مل گیا
33	احسان ارجمندی	-	7-8-2009	لبیلہ	لاپتہ
34	فیض محمد	رحیم داد	3-5-2009	کچ	لاپتہ
35	فیض محمد		15-03-2007	سی	سراغ مل گیا
36	فرید احمد بلوج	عبدالحکیم	11-2-2011	پنجبور	لاش ملی
37	حاجی فاروق مری		05-6-2006	کوئٹہ	لاپتہ
38	فاروق میٹکل	غلامر رسول	10-05-2010	کوئٹہ	لاش ملی
39	فضل کریم	شیر محمد	01-07-2009	قلات	لاپتہ
40	فضل بلوج	در محمد	14-3-2007	کچ	سراغ مل گیا
41	فضل الدین		27-9-2009	مستونگ	لاپتہ
42	غلام محمد		8-12-2005	تربت	لاش ملی
43	گہرام صالح	صالح محمد	8-8-2004	گوادر	سراغ مل گیا
44	غلام بی	صالح محمد	1-8-2009	کوئٹہ	لاپتہ
45	غلام قادر		22-5-2011	تربت	لاپتہ
46	غل محمد		15-2-2007	تربت	لاپتہ
47	غل محمد	حاجی پرتوانی	18-11-2005	سی	سراغ مل گیا
48	حبیب اللہ	وڈیرہ شاہ نواز مری	18-11-2005	کوہلو	لاش ملی
49	حیدر بلوج		25-9-2006	پنجبور	لاش ملی
50	حنیف یوسف	محمد یوسف	13-12-2010	گوادر	لاپتہ
51	ڈاکڑ حنیف بگٹی		Nov 2005	ڈیرہ بگٹی	لاش ملی
52	ہاشم پیر کانی		21-9-200	خضدار	لاپتہ
53	حسن بگٹی	حاجی عبدالوحید	10-6-2005		سراغ مل گیا

نمبر شمار	نام	ولدیت	گمشدگی کی تاریخ	ضلع	موجودہ حالت
54	ہدایت اللہ بنگلوری	محمد اکبر	3-9-2009	کوئٹہ	لاپتہ
55	ابراہیم غلیل مری	احمد خان	9-3-2006	کوہلو	سراغ مل گیا
56	عمران بلوج		2-5-2009	کوئٹہ	لاپتہ
57	ارشاد ناصر		26-11-2010	کچ	لاپتہ
58	جعفر خان مری	علی جان	5-6-2006	کوئٹہ	لاپتہ
59	جلال خان مری		21-2-2005		سراغ مل گیا
60	جلیل ریکی		6-2-2009	کوئٹہ	لاپتہ
61	جاسم بلوج	صالح محمد	14-3-2007	کچ	سراغ مل گیا
62	جوہر علی	فیض محمد	15-1-2011	گوادر	لاپتہ
63	کا کام مری	پبلوان مری	21-10-2006	کوئٹہ	لاپتہ
64	کامران	غلام سرور	4-11-2010	کوئٹہ	لاپتہ
65	کریم بخش مینگل		26-12-2006	گڈانی	سراغ مل گیا
66	کھائی جان مری	باز محمد	4-7-2007	کوئٹہ	لاپتہ
67	غالد بلوج	دو شتبے	21-5-2011	تر بت	لاش ملی
68	خلیل احمد لانگو		9-10-2006	کوئٹہ	سراغ مل گیا
69	خداداد		26-12-2006	گڈانی	سراغ مل گیا
70	خدائے رحیم بلوج	حسن بخش	3-8-2007	واشک	سراغ مل گیا
71	خدائے رحیم بنگل زئی	مرید خان	12-12-2010	کوئٹہ	لاش ملی
72	ماستر سفیر	غوث بخش بلوج	15-8-2010	چھکور	لاش ملی
73	مظہر بلوج		22-5-2011	تر بت	لاپتہ
74	میر چاکر خان مری	میر تاج محمد مری	5-6-2006	کوئٹہ	سراغ مل گیا
75	میر کمال خان سخنانی		6-3-2009	وال بندین	لاپتہ
76	میر محمد مری	علی جان	5-6-2006		لاپتہ
77	میر سفر خان مری	میر عام خان	4-7-2007	کوئٹہ	لاپتہ
78	میر صدم مری		5-6-2006	کوئٹہ	لاپتہ
79	میر ظفر یعقوب نو شیر وانی	نواب یعقوب نو شیر وانی	21-8-2009	کوئٹہ	سراغ مل گیا
80	مہم خان	یار محمد	9-2-2007	تر بت	سراغ مل گیا
81	مہم خان مری		3-2-2007	کوئٹہ	سراغ مل گیا
82	مشتاق علی	رو دینی	27-3-2009	خضدار	لاپتہ
83	مشتاق بلوج	علی احمد	27-3-2009	خضدار	لاپتہ

نمبر شار	نام	ولدیت	گمشدگی کی تاریخ	صلع	موجودہ حالت
84	محمد انور		26-12-2006		سراغمل گیا
85	محمد ظہیر	حاجی حرباب	6-5-2011	تربت	لاپتہ
86	محمد اقبال	عبد الرحمن	14-3-2007	تربت	لاپتہ
87	محمد اقبال	شنبے خان	3-7-2009	چنگوڑ	لاپتہ
88	محمد جان	محمد بلاں	18-4-2011	خضدار	لاش ملی
89	مجیسیب احمد بلوچ	عبد الجید	1-9-2009	خضدار	لاپتہ
90	مرید گٹھی		5-2-2009	ڈیرہ گٹھی	لاپتہ
91	نبیل صاحب	صاحب خان	13-10-2011	گوادر	لاپتہ
92	نبیب اللہ	علام قادر قبرانی	22-10-2009	کوئٹہ	سراغمل گیا
93	نصیر احمد	کامران	5-11-2010	گوادر	لاش ملی
94	نصیر احمد		11-11-2009	کوئٹہ	سراغمل گیا
95	ناصر بلوچ		3-9-2009	تربت	لاپتہ
96	نوروز بلوچ		20-5-2011	تربت	لاپتہ
97	نوائز علی بلوچ	غلام یاسین	14-3-2007	کچ	لاپتہ
98	نیاز محمد		8-12-2005	کوئٹہ	سراغمل گیا
99	نور احمد میٹکل	حاجی شیعہ محمد	26-12-2006	گڈانی	سراغمل گیا
100	نور جان زمرانی	محمد حسن ناگر امورانی	9-2-2007	کچ	سراغمل گیا
101	قادر بخش		26-12-2006		سراغمل گیا
102	رکیس ہمیل احمد	محمد یعقوب	28-8-2010	تربت	لاش ملی
103	رحیم یوسف	محمد یوسف	20-5-2011	گوادر	لاپتہ
104	رمضان	مراد	24-07-2011	تربت	لاپتہ
105	رمضان	محمد یعقوب	29-05-2011	تربت	لاپتہ
106	رضاصہ مری	احمدان مری	28-8-2006	بی	لاپتہ
107	رضی خان مری		21-10-2006	بی	سراغمل گیا
108	رندو خان مری		05-06-2006	کوئٹہ	لاپتہ
109	سعد اللہ بلوچ	حاجی عبدالرحیم	24-08-2009		سراغمل گیا
110	سفاری مری	عالم خاں منڈانی مری	8-1-2006		سراغمل گیا
111	سیف اللہ	حاجی عبدالباری ابا بکر	15-11-2005	کوئٹہ	لاپتہ
112	سعید میٹکل		March 2008	والبندیں	سراغمل گیا
113	حافظ سعید الرحمن	الله بخش منگوڑی	04-07-2003	کوئٹہ	لاپتہ

نمبر شمار	نام	ولدیت	گمشدگی کی تاریخ	ضلع	موجودہ حالت
114	سلیم لانگو	محمد صدیق	17-11-2008	کوئٹہ	لاپتہ
115	سعیدر	رشید	13-10-2010	کوئٹہ	لاش ملی
116	سعیدرند	میر عبدالکریم یمن رند	14-10-2010	ترہت	لاپتہ
117	سعی اللہ بلوچ		19-07-2009	نوشکی	لاپتہ
118	شاءاللہ ایم حسینی		26-02-2008	کوئٹہ	لاپتہ
119	شاہگل مری		05-06-2006	کوئٹہ	لاپتہ
120	شہداد	پٹھان	02-05-2010	گوادر	لاپتہ
121	شاہزاد بلوچ		020-2-2009	چخور	سراغ مل گیا
122	شیم بلوچ	محمد امین بلوچ	21-04-2011	ترہت	لاش ملی
123	شمس الدین	محمد عثمان	01-07-2010	کوئٹہ	لاپتہ
124	شیری احمد مری		05-06-2006	کوئٹہ	لاپتہ
125	صدیق عیدو	عیدو	21-12-2010	گوادر	لاش ملی
126	سوری احمد خان	حاجی بان مری	01-10-2006		سراغ مل گیا
127	تلگری محمد باشم	غلام قادر	21-07-2009	قلات	لاپتہ
128	طارق علی بلوچ	ملائیں	14-11-2010	ترہت	لاش ملی
129	طارق کریم	محمد کریم	21-10-2010	کراچی	لاش ملی
130	وڈیرہ جلال مری		06-05-2006		سراغ مل گیا
131	ولید افضل	محمد فضل	13-10-2011	گوادر	لاپتہ
132	یعقوب مری	میر جان تنگیانی مری	03-02-2006	کوہلو	سراغ مل گیا
133	یار محمد	محمود بلوچ	09-02-2007	ترہت	سراغ مل گیا
134	یاسر علی	ناصر علی	13-10-2010	ترہت	لاپتہ
135	یحیی خان مری		12-08-2006	کوئٹہ	لاپتہ
136	یوسف نذر	نذر محمد	21-12-2010	گوادر	لاش ملی
137	ظفر میلانگ		26-12-2006	گڈانی	لاش ملی
138	زاہد بلوچ	حاجی ابراہیم	14-03-2007	کچ	لاش ملی
139	زاہد کریم بخش		19-03-2006		لاش ملی
140	ذاکر مجید	عبد الجبید بزنجو	08-06-2009	خضدار	لاپتہ
141	زریف فراز	بالاق بلوچ	21-04-2011	گوادر	لاش ملی
142	زیر	حاجی محمد نور	05-05-2011	ترہت	لاپتہ

## بلوچستان سے ملنے والی لاپتہ افراد کی لاشیں (جولائی 2010 تا مئی 2011)

نمبر شمار	نام	ولدیت	عمر	گمشدگی کی تاریخ	تاریخ اور مقام جہاں سے لاش ملی	پیشہ	پتہ
1	فیض اللہ بنگری	ارز محمد	28	5 مئی 2010	بریوری روڈ، کوئٹہ	سماجی کارکن	کچی بیگ، سریاب روڈ، کوئٹہ
2	نجیب اللہ لانگو	عبدالوحید	25	14 مئی 2010	سیپلاسٹ ناؤن، کوئٹہ	طالب علم	کلی اسماعیل، بدہ، کوئٹہ
3	غلام فاروق مینگل	غلام رسول	32	10 مئی 2010	قبری روڈ، کوئٹہ	سیاسی کارکن	بیل روڈ، بدہ، کوئٹہ
4	اشفاق احمد ملازی	خدا بخش	36	28 مئی 2010	قبری روڈ، کوئٹہ	سیاسی کارکن	بیل روڈ، بدہ، کوئٹہ
5	غلام قادر پیر کانی	محمد ہاشم	24	6 اگست 2010	کلی خلی، کوئٹہ	طالب علم	نیونان ہزار گنجی، کوئٹہ
6	نامعلوم	-	-	-	-	-	-
7	نامعلوم	-	-	-	-	-	-
8	بہار خان بنگری	بیگ محمد	33	4 جون 2010	کلی خلی، کوئٹہ	سماجی کارکن	فیض آباد، سریاب، کوئٹہ
9	ندیرا محمد بنگری	عبدالوحید	37	29 جون 2010	پش کرم، مستونگ	درزی	مستونگ
10	شاه جہان لانگو	عبدالباقي	30	11 جون 2010	کلی ترحا، کوئٹہ	سیاسی کارکن	کلی اسمعیل ہدا، کوئٹہ
11	سلام رودینی	سلام رودینی	19	8 اگست 2010	فیروز آباد، خضدار	ممبر بلوچستان ری پپلکن	ممبر بلوچستان ری پپلکن خنر روڈ، خضدار پارٹی(بی آرپی)
12	خان محمد مینگل	عطاء محمد	26	8 اگست 2010	فیروز آباد، خضدار	ممبر بلوچستان نیشنل پارٹی (بی این پی)	کتحان، خضدار
13	غلام حسین بلوچ	غلام حسین	34	17 اگست 2010	پنگور	سماجی کارکن	پنگور
14	محمد عمر بلوچ	چکرخان	30	18 اگست 2010	کلی قبرانی، کوئٹہ	سیاسی کارکن	سنگھی روڈ، کوئٹہ
15	عبداللہ جیہر کانی	عبداللہ جیہر کانی	18	18 اگست 2010	کلی قبرانی، کوئٹہ	طالب علم	کلی پرکانی آباد، کوئٹہ
16	نامعلوم	-	-	-	-	-	-
17	تعتمد اللہ بلوچ	مراد محمد	28	23 اگست 2010	چالی باڑی، تربت	سیاسی کارکن	مندر، تربت
18	غازی خان	غازی خان	42	20 جون 2010	بوستان، قلعہ عبداللہ	کسان	ڈیرہ مراد جمالی
19	مظہرخان بلوچ	صالح محمد	27	22 اگست 2010	باغبانہ، خضدار	سماجی کارکن	کتحان، خضدار
20	طاهر بلوچ	صالح محمد	34	22 اگست 2010	کوشک، خضدار	کسان	کوشک، خضدار
21	محراب خان	محراب خان	44	18 اگست 2010	جگل، مستونگ	وکیل	کلی کمالو، کوئٹہ
22	محمد حسین	محمد حسین	36	15 اگست 2010	سریاب، کوئٹہ	سماجی کارکن	سریاب روڈ، کوئٹہ
23	نامعلوم	-	-	-	-	-	-
24	علی احمد مری	پانڈے خان	24	7 ستمبر 2010	مکوچ، قلات	ٹھیکیدار	کلی کمالو، کوئٹہ

نمبر شمار	نام	ولدیت	عمر	گمشدگی کی تاریخ	تاریخ اور مقام جہاں سے لاش ملی	پیشہ	پتہ
25	نیاز احمد بلوچ	شاہ نواز	12	22 ستمبر 2010	23 ستمبر 2010	طالب علم	آواران
26	علی شیر کردا یادو کیٹ	حاجی جمعہ خان	38	21 ستمبر 2010	چڑوک، آرسی ڈی روڈ، خضدار	وکیل	چچ، بولان
27	فقیر محمد عاجز شاہ ہوانی	عبد القادر	30	22 ستمبر 2010	22 اکتوبر 2010، غنجہ ڈوری، مستونگ	شاعر	مستونگ
28	ظہور احمد بنگلری	حیدر بنگلری	33	23 ستمبر 2010	22 اکتوبر 2010، غنجہ ڈوری، مستونگ ممبر بولستان سٹوپس آرگانائزیشن، آزاد (بی ایس او اے)	ممبر	مستونگ
29	مجید زہری	حاجی محمد رمضان	13	18 اکتوبر 2010	18 اکتوبر 2010، رابع خضداری روڈ، خضدار	ممبر بی ایس او اے	خضدار
30	عاصم کریم بلوچ	محمد کریم	28	30 اکتوبر 2010	1 نومبر 2010، خانوzi بیشین بی ایس او اے لیڈر	سیمیہ سوراب، کلات	
31	اظلام دین مری	خیر خان	26	13 ستمبر 2010	4 نومبر 2010، کوٹل ہائی وے، اچھل، کوئٹہ	سامی کارکن	وندر، سبیلہ
32	بیشرا حمدلہڑی	محمد عمر	31	15 ستمبر 2010	17 نومبر 2010، جنگل، مستونگ بی ایس او اے ممبر	کر دے گاپ، مستونگ	
33	عصمت اللہ سر پاہ	ابراہیم خان	23	10 ستمبر 2010	17 نومبر 2010، جنگل، مستونگ بی ایس او اے لیڈر	کر دے گاپ، مستونگ	
34	نصر اللہ سوالانی	حضور بخش	34	10 اگست 2010	17 نومبر 2010، بنگری کپوتو، قلات	سامی کارکن	درہ گیاوان، قلات
35	پیر جان بلوچ	حاجی نور احمد	29	10 ستمبر 2010	17 نومبر 2010، احمد آباد، قلات	سامی کارکن	قات
36	محمد حیم بلوچ	داد محمد	32	10 ستمبر 2010	17 نومبر 2010، احمد آباد، قلات	سامی کارکن	قات
37	سمیح اللہ مینگل	حافظ غلام قادر	20	10 ستمبر 2010	17 نومبر 2010، فیروز آباد، خضدار	بی ایس او اے ممبر	کھان، خضدار
38	لالا حمید بلوچ	حیطان بلوچ	38	27 اکتوبر 2010	17 نومبر 2010، ہیہ وک، تربت	لیڈر بی ایس او اے صاحبی	گوادر
39	حامد اسماعیل بلوچ	محمد اسماعیل	31	16 ستمبر 2010	17 نومبر 2010، ہیہ وک، تربت	سیاسی کارکن	چاہ سیر، گوادر
40	جاوید نغمان بلوچ	نغمان	28	10 ستمبر 2010	17 نومبر 2010، نصیر آباد، مندر روڈ، تربت	سامی کارکن	دشت، کچ
41	مولانا شعیب احمد	محمد نور بلوچ	35	6 نومبر 2010	21 نومبر 2010، مہمند، تربت	پیش امام	خاران
42	نامعلوم	-	-	-	24 نومبر 2010، یارو، پېښی	-	-
43	نامعلوم	-	-	-	24 نومبر 2010، یارو، پېښی	-	-
44	نامعلوم	-	-	-	24 نومبر 2010، یارو، پېښی	-	-
45	نامعلوم	-	-	-	24 نومبر 2010، یارو، پېښی	-	-
46	نامعلوم	-	-	-	24 نومبر 2010، یارو، پېښی	-	-
47	عرفان سرور بلوچ	غلام سرور	33	5 نومبر 2010	31 نومبر 2010، کوئٹہ، مستونگ روڈ، کوئٹہ	سیاسی کارکن	دشت، مستونگ
48	عبد الوحید قبرانی	علی احمد	42	10 ستمبر 2010	1 اکتوبر 2010، راج، قلات	استاد	شیرغ، قلات
49	کامران شخخ حسni	سردار خان	26	4 نومبر 2010	1 اکتوبر 2010، دشت، مستونگ	سامی کارکن	تین ٹاؤن، کوئٹہ
50	حیبیب الرحمن	محمد نور بنگلری	24	19 نومبر 2010	12 دسمبر 2010، کرنی روڈ، بخربی ہائی پاس، کوئٹہ	بی ایس او اے ممبر	مستونگ
51	عبدالرازاق بلوچ	عبد الطیف	32	13 دسمبر 2010	18 دسمبر 2010، مرغاب، تربت	سیاسی کارکن	مند، تربت
52	محمد یوسف بلوچ	احمد بلوچ	27	13 دسمبر 2010	18 دسمبر 2010، مرغاب، تربت	سیاسی کارکن	تمپ، تربت
53	خدائے رحیم بنگلری	مریم بنگلری	36	10 دسمبر 2010	18 دسمبر 2010، کوٹلگ، مستونگ	سرکاری ملازم	کوئٹہ

نمبر شار	نام	ولدت	عمر	گمشدگی کی تاریخ	تاریخ اور مقام جہاں سے لاش ملی	پیشہ	پتہ
54	حسین بخش بنگری	علی بخش	26	13 ستمبر 2010	19 دسمبر 2010، شاکوٹ، ہزار گنجی، کوئٹہ سماجی کارکن	مستونگ	
55	زید راحم پاراہ	سردار غلام ربانی	35	26 نومبر 2010	26 نومبر 2010، قمرانی روڈ، کوئٹہ بی ایس او۔ اے مجبر	کردے گاپ، مستونگ	
56	سرفراز طارق بنگری	علی خان	28	26 دسمبر 2010	26 دسمبر 2010، قمرانی روڈ، کوئٹہ کسان	مستونگ	
57	شادی خان مری	جمال خان مری	70	23 ستمبر 2010	26 نومبر 2010، کوئٹہ، سی روڈ و شاہست، مستونگ عقلی بسیلہ	عقلی بزرگ	
58	صحبت خان مری	احمد خان	34	28 ستمبر 2010	26 نومبر 2010، کوئٹہ، سی روڈ و شاہست، مستونگ سماجی کارکن	وندر، بسیلہ	
59	نامعلوم	-	-	-	26 نومبر 2010، سریاب روڈ، کوئٹہ یارو، پشین	-	یارو، پشین
60	عطاء اللہ	داد بخش	33	4 ستمبر 2010	31 دسمبر 2010 سیاسی کارکن	مندر کچ	
61	میر احمد	میر احمد یوسف لانگو	50	30 نومبر 2010	4 جون 2011، کرانی روڈ، مشریق بائی پاس، کوئٹہ قائمی سربراہ	منگوچ، مستونگ	
62	عبدالملک	عبدالملک	29	25 نومبر 2010	5 جنوری 2011، پدراک پسندی، گوادر بی ایس او۔ اے لیڈر	شاہی تمپ، تربت	
63	نظر محمد بلوچ	نظر محمد بلوچ	26	20 دسمبر 2010	5 جنوری 2011، پدراک پسندی، گوادر مقامی حجاجی	ترہت	
64	شیر محمد	شیر محمد	37	6 جنوری 2011	8 جنوری 2011، فلات کاروباری	مشرقی بائی پاس، کوئٹہ	
65	یار علی	یار علی	33	6 جنوری 2011	8 جنوری 2011، فلات دکاندار	مشرقی بائی پاس، کوئٹہ	
66	علی دوست	علی دوست	22	14 دسمبر 2010	15 جنوری 2011، حاجیکا، سوراب، فلات بی ایس او۔ اے مجبر	سوراب، فلات	
67	محمد حسین	محمد حسین	35	30 اگست 2010	15 جنوری 2011، سنگ داش، سوراب سیاسی کارکن	بنچو، سوراب، فلات	
68	کمالان بلوچ	کمالان بلوچ	65	5 نومبر 2010	17 جنوری 2011، کوٹل بائی وے، پسندی، گوادر لیڈر بلوچ نیشنل مودمنٹ	لیڈر بلوچ، پسندی، گوادر	
69	داد محمد	داد محمد	34	15 اکتوبر 2010	17 جنوری 2011، کوٹل بائی وے، پسندی، گوادر بی آرپی کے کن	گوادر	
70	امیر بخش	امیر بخش	36	15 اکتوبر 2010	11 جنوری 2011، مجید روڈ، خضدار لیڈر بلوچ نیشنل مودمنٹ (بی ڈبلیو ایم)	صالح آباد، خضدار	
71	بجز خان	بجز خان	34	12 نومبر 2010	18 جنوری 2011، غنج دوڑی، مستونگ سماجی کارکن	چھبولان	
72	لعل خان	لعل خان	26	18 جنوری 2010	16 جنوری 2010 ممبری آرپی	سوئی، ڈیرہ گٹٹی	
73	بجز خان	بجز خان	36	12 نومبر 2010	22 جنوری 2011، قمرانی روڈ، کوئٹہ بی ایس او۔ اے لیڈر	چھبولان	
74	برگ	برگ	37	20 جنوری 2011	24 جنوری 2011، آری ڈی روڈ، فلات سیاسی کارکن	حاجیکا، سوراب، فلات	
75	رسول بخش بلوچ	رسول بخش بلوچ	26	23 جنوری 2011	27 جنوری 2011 بی ایس او۔ اے مجبر	چتکان، چنگوڑ	
76	نواب خان	نواب خان	40	20 نومبر 2010	29 جنوری 2011 سیاسی کارکن	منگوچ، مستونگ	
77	علی جان ثاقب	علی جان ثاقب	34	10 جنوری 2011	31 جنوری 2011 بلوچ لوک گلدار	کلک عبد اکرم، بیسمہ، خضدار	
78	عبد الجمید	عبد الجمید	26	2011	کیم جنوری 2011 سیاسی کارکن	حامد عسیٰ ریسیانی، خاران	
79	میر خان	میر خان	32	4 جنوری 2011	3 فروری 2011، فیروز آباد، خضدار سماجی کارکن	کوہنگ، فلات	
80	شاکر محمد	شاکر محمد	18	4 جنوری 2011	3 فروری 2011، فیروز آباد، خضدار سماجی کارکن	نیرنگ، فلات	
81	قادر میری	قادر میری	15	2 فروری 2011	7 فروری 2011 چوہا	بجز کوہ، کوہلو	
82	نذر محمد بلوچ	نذر محمد بلوچ	38	11 دسمبر 2011	10 فروری 2011، ہیر و نک، تربت بی ایس او۔ اے لیڈر	ہیر و نک، تربت	

نمبر شار	نام	ولدیت	عمر	گشدنگی کی تاریخ	تاریخ اور مقام جہاں سے لاش ملی	پیشہ	پختہ
83	جیل یعقوب بلوچ	محمد یعقوب بلوچ	34	28 اگست 2010	10 فروری 2011، ہیرونک، تربت	لیدربی این پی	ہیرونک، تربت
84	عبدالجبار لاغو	محمد بخش بلوچ	38	6 فروری 2011	13 فروری 2011	سامی کارکن	کڈکوچا، قلات
85	ارضی خان مری	میر و خان	32	28 ستمبر 2010	14 فروری 2011، زیر پاونٹ، اُٹھل، سیلہ	سیاسی کارکن	وندر، سیلہ
86	سعیدا حمدی مینگل	نور احمد	34	6 فروری 2011	14 فروری، نذر ندی، خضدار	غمبری این پی (ام)	لیزو، خضدار
87	محبوب وڈیلا	بیگ محمد بلوچ	28	13 اپریل 2011	23 مزدوری 2011، اورمارا، گوادر	لیدربی این ایم	ملیر، کراچی
88	عبد الرحمن عارف	غلام حسین	42	3 ستمبر 2010	23 فروری 2011، اورمارا، سیلہ	استاد اور بی آر پی کارہمنا	گوادر
89	فیض محمد مری	جلال مری	36	6 نومبر 2010	2 مارچ 2011، دشت، مستونگ	سیاسی کارکن	نیوکاہان، کوئٹہ
90	دین محمد مری	شیر محمد	55	28 فروری 2011	18 مارچ 2011، زیر پاونٹ، اُٹھل، سیلہ	قبائلی بزرگ	حب، سیلہ
91	یاسر بلوچ	حاجی ناصر بلوچ	18	14 اکتوبر 2010	8 مارچ 2011، مرغاب، تربت	بی ایس اے۔ اے۔ ممبر	سورہ، مندہ، تربت
92	نوروز مینگل	اللہ بخش	22	6 مارچ 2011	8 مارچ 2011، گیوان، قلات	سیاسی کارکن	ڈیگاری، قلات
93	شیر زمان کرد			12 فروری 2011	13 مارچ 2011، سریاب روڈ، کوئٹہ	غمبری آر پی	چھچھ، بولان
94	حیدر شاہین	شاہین بلوچ	38	20 مارچ 2011	21 مارچ 2011، مخربی بائی پاس، کوئٹہ	سابق چیئرمین بی ایس او	کوئٹہ
95	محمد نواز مری	محمد اکبر	32	5 جنوری 2011	23 مارچ 2011، آر ڈی روڈ، وندر، سیلہ	سامی کارکن	وندر، سیلہ
96	عارف نور، بلوچ	نور محمد بلوچ	42	13 اکتوبر 2010	23 مارچ 2011، آر ڈی روڈ، خضدار، سیلہ	گواڑو پیٹھ اتحاری آفسر	نیلٹن، گوادر
97	خودل بگٹی	علی بخش	26	20 فروری 2011	26 مارچ 2011، پٹ مندرانی، ڈیرہ بگٹی	بلوچی، بلکن مٹوپن، آر گاہریشن لینڈ	سوئی، ڈیرہ بگٹی
98	علی بخش بگٹی		74	20 فروری 2011	26 مارچ 2011، پٹ مندرانی، ڈیرہ بگٹی	بلوچی، ڈیرہ بگٹی	سوئی ڈیرہ بگٹی
99	شاه بخش بگٹی		45	20 فروری 2011	26 مارچ 2011، پٹ مندرانی، ڈیرہ بگٹی	بلوچی، ڈیرہ بگٹی	سوئی ڈیرہ بگٹی
100	رحم دل بگٹی		43	20 فروری 2011	26 مارچ 2011، پات مندرانی، ڈیرہ بگٹی	بلوچی، ڈیرہ بگٹی	سوئی ڈیرہ بگٹی
101	سلیم بلوچ	محمد حسن	29	22 فروری 2011	26 مارچ 2011		ملیر، کراچی
102	فرید بلوچ	حیمد لاوری	26	11 فروری 2011	27 مارچ 2011، فیروز آپا، خضدار	بی ایس او۔ آزاد لیدر	خضدار
103	حاجی محبوب کرد		42	12 مارچ 2011	31 مارچ 2011، قبرانی روڈ، کوئٹہ	قبائلی بزرگ	دشت، مستونگ
104	رحمت اللہ شاہین	کوچی خان ہنگوئی	30	12 مارچ 2011	11 اپریل 2011	صحافی اور گوکار	چھچھ، بولان
105	محمد حسن	-	-	-	13 مارچ 2011	-	-
106	نامعلوم	-	-	-	26 مارچ 2011	بایو ماپٹ مندرانی، ڈیرہ بگٹی	-
107	نامعلوم	-	-	-	26 مارچ 2011	بایو ماپٹ مندرانی، ڈیرہ بگٹی	-
108	نامعلوم	-	-	-	26 مارچ 2011	بایو ماپٹ مندرانی، ڈیرہ بگٹی	-
109	نامعلوم	-	-	-	26 مارچ 2011	بایو ماپٹ مندرانی، ڈیرہ بگٹی	-
110	صارخ محمد	-	-	-	27 مارچ 2011	ڈھلکی، آواران	-
111	غلام قادر بگٹی	منوہنی	-	-	11 اپریل 2011	بیش بوگی، ڈیرہ بگٹی	ڈیرہ بگٹی

نمبر شمار	نام	ولدیت	عمر	گمشدگی کی تاریخ	تاریخ اور مقام جہاں سے لاش ملی	پیشہ	پتہ
112	کھیتر ان بگٹی	محمد علی ہنگنی	-	1 اپریل 2011، پیش بوگی، ڈیرہ بگٹی	-	-	ڈیرہ بگٹی
113	پیرجان بگٹی	پچل خان ہنگنی	-	1 اپریل 2011، پیش بوگی، ڈیرہ بگٹی	-	-	ڈیرہ بگٹی
114	براہو بگٹی	موریا بگٹی	-	1 اپریل 2011، پیش بوگی، ڈیرہ بگٹی	-	-	ڈیرہ بگٹی
115	محمد حیات محمد حسینی	محمد اکبر محمد حسینی	34	17 اپریل 2011، تپ، چنجور	2011 مارچ 30	کاروباری	والبدین
116	محمد حسین ساسوی	محمد بخش ساسوی	31	17 اپریل 2011، تپ، چنجور	2011 مارچ 30	کاروباری	خاران
117	محمد کریم دھوار	شفیع محمد	34	17 اپریل 2011، مغربی بائی پاس، کوئٹہ	2011 فروری 14	طالب علم	سریاب روڈ، کوئٹہ
118	نامعلوم			17 اپریل 2011، اتحاں، لسیلہ			
119	مرتضی زہری	عبد الحق	36	125 اپریل 2011، ہسروگز، خضدار	2010 ستمبر 9	سیاسی کارکن	خضدار
120	محمد ایوب بلوج	غلام قادر		125 اپریل 2011، ہسروگز، خضدار		سیاسی کارکن	خضدار
121	محمد حبیذہ باجوئی	محمد عظیم		125 اپریل 2011، ہسروگز، خضدار		سیاسی کارکن	خضدار
122	ظریف فراز	بالاچ بلوج		25 اپریل 2011، مرغاب، تربت	2011 اپریل 21 زیر پوائنٹ، گوادر	بلوچ گلوکار	کلاتک، گوادر
123	شیمیم بلوج	محمد امین بلوج		25 اپریل 2011، مرغاب، تربت		مبربی این ایم	تربت، تربت
124	صدیق عیدو	عید محمد	32	21 اپریل 2011، اورamar، گوادر	2011 اپریل 21 زیر پوائنٹ، گوادر	پاکستان کیشن برائے انسانی پسندی	پاکستان
125	یوسف نذر بلوج	نذر محمد	23	21 دسمبر 2011 زیر پوائنٹ، پسندی	2011 اپریل 28، اورamar، گوادر	بی ایس او اے کامبر	پسندی
126	اخڑا نگو		36	-		کلی، شابو، کوئٹہ	کلی، شابو، کوئٹہ
127	عبدالغنی نگو		40	-		کلی جمع خان، سرپل، کوئٹہ	کلی جمع خان، سرپل، کوئٹہ
128	طارق کریم	محمد کریم	32	21 اکتوبر 2010، باکی پاس، کوئٹہ	2011 مئی 11، بکھری ناصر، چلاق، کوئٹہ	بی ایس او اے کامبر	بیمه، داٹک
129	محمد جان	محمد بلال	24	18 اپریل 2011، خضدار	2011 مئی 11، رابعہ خضداری روڈ، خضدار		خضدار
130	آغا عبدالدشاد	سید گل آغا	30	15 اگست 2010 نزد ڈسٹرکٹ ہسپتال، چنجور	2011 مئی 2011، پرداں، چنجور	واس چیز میں بی ایس او۔ اے	چنکان، چنجور
131	ماستر سفیر بلوج	غوث بخش	38	15 اگست 2010 نزد ڈسٹرکٹ ہسپتال، چنجور	2011 مئی 2011، پرداں، چنجور	مبربی این پی اور استاد	سرداڑہ، چنجور
132	عبدالستار	داد محمد	40	15 اگست 2010 نزد ڈسٹرکٹ ہسپتال، چنجور	2011 مئی 2011، پرداں، چنجور	چیز میں گورنمنٹ ٹیچرز ایسوی ایشن، چنجور	پرم، چنکان، چنجور

نمبر شار	نام	ولدیت	عمر	گمشدگی کی تاریخ	تاریخ اور مقام جہاں سے لاش ملی	پیشہ	پختہ
133	دلجان بلوچ	فیض محمد	30	12 مئی 2011، فیروز آباد، خضدار	اس کی لاش ملنے سے چند دن پہلے اُسے ضلع آواران، ماشکے سے 15 دیگر لوگوں کے ساتھ غواہ کیا گیا	سرگرم سیاسی کارکن	ماشکے، آواران
134	خالد بلوچ	دوشنبے	21	23 مئی 2011، مرغاب، تربت			ناصر آباد، تربت، کچ
135	احمد علی	علی احمد	2011 مئی 16	23 مئی 2011، مرغاب، تربت			گیاب، مند، تربت، کچ
136	حیدر بلوچ		2010 دسمبر 13	24 مئی 2011، مزادوال، تفصیل گوادر، پنجور	طالب علم	خدا آبادان، پنجور	
137	عبد سلیم بلوچ	محمد سلیم بلوچ	23	24 مئی 2011، مرغاب، تربت	طالب علم	خدا آبادان، پنجور	
138	محراب بلوچ	حاجی محمد عمر		24 مئی 2011، مرغاب، تربت	طالب علم	پروم، پنجور	
139	جمال خان محمد حسني	-	-	25 مئی 2011، رابع خضداری روڈ، خضدار	-	-	نوک جو، ماشکے، آواران
140	خاوند بخش گٹھی	-	-	نوتال، نصیر آباد	چار ماہ پہلے غواہ کیا گیا	-	منگولی، ڈیرہ مراد جمالی

جبکی گمشدگی کے واقعات میں سکیورٹی ایجنسیوں کے اہلکاروں کے خلاف درج شدہ ایف۔ آئی۔ آر

بلوچستان میں متعدد واقعات میں، گواہوں اور متاثرہ افراد کے اہل خانہ نے سکیورٹی ایجنسیوں پر جری گشداری کیوں میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔ ذیل میں ایک آرسی پی کے بلوچستان کے لیے مشن کو ملنے والی دو ایسی ابتدائی اطلاعاتی اپورٹینس (ایف آئی آر) ہیں جن میں اہل خانہ نے جری گشداری کے واقعات میں سکیورٹی ایجنسیوں کے عمل کو خصوصی طور پر مورد انداز ٹھہرایا ہے۔ ایسے ہرواقعے میں ایمکاروں پر لگے الزامات کی تحقیقات کرنے تو چاہ، پولیس نے ان سے وضاحت تک طلب نہ کی۔

نمبر	قائد	شہر	تاریخ وفات و مدت	نمبر	تاریخ وفات و مدت	شہر	مدد	درد	7- قائد سے رواگی کی تاریخ وفات	نمبر	تاریخ وفات و مدت	شہر	مدد	درد	7- قائد سے رواگی کی تاریخ وفات	
1.	ماریم خاتون پورٹ ٹبست ۲۰۱۱	کراچی	۲۷- ۰۹- ۲۰۱۱	۱	۲۶- ۰۹- ۲۰۱۱	کراچی	۰۷/۱۰/۲۰۱۱	۰۹	۰۷- ۰۹- ۲۰۱۱	۲	۰۷- ۰۹- ۲۰۱۱	کراچی	۰۷/۱۰/۲۰۱۱	۰۹	۰۷- ۰۹- ۲۰۱۱	
2.	امدادی اطلاعیہ ملکہ سنتیت	کراچی	۳۶۵	۳۶۲	۳۶۵	کراچی	۳۶۵	۳۶۲	۳۶۵	۳۶۲	۳۶۵	کراچی	۳۶۵	۳۶۲	۳۶۵	۳۶۲
3.	معزیت حرم (دید نظر) داں آکر کھلائیا کیا اور	کراچی	-	-	-	کراچی	-	-	-	-	-	کراچی	-	-	-	-
4.	عظام حسین ایڈن نیز نادر جو فری دیز سے ہمبوہ سے خوب فروخت نہیں کیا	کراچی	-	-	-	کراچی	-	-	-	-	-	کراچی	-	-	-	-
5.	۳۶۰ مکمل طم	کراچی	-	-	-	کراچی	-	-	-	-	-	کراچی	-	-	-	-
6.	کامیل علیخان تیپیش اگر اطلاع درج کرنے میں کوئی لوقت، ہوار توں کی وجہ میان کی جائے۔	کراچی	-	-	-	کراچی	-	-	-	-	-	کراچی	-	-	-	-

این اطلاعی ارپورٹ نسبت جرم قابل دست اندازی پولیس رپورٹ شده زیر پذیره ۱۵۴ مجموعه ضابط فوجداری

نمبر	تاریخ دوستی	مکان	لیورپورٹ مسند	صلح و حکم	تاریخ دوستی	تاریخ دوستی
1	تاریخ دوستی رپورٹ			6۔ ۱۱ جنوری ۱۹۸۵ء	7۔ قلندر سے راگی کی تاریخ دوستی	
2	نام اول اطلاع دہندہ و مستغث			حاجی فضل احمدی رحمت سان بورڈی مسند		
3	مخفر کیفیت جرم (معدنی) دہال اگر کچھ طلب کیا تو			365 ت پ		
4	جائے و قبضہ و فاصلہ مکانہ سے اور است			لودریگ ڈیم لفڑیا چارکلور نہ بطرف جوبن بھرپ		
5	نام و مکونت نوم			ہو بس اس سبھ رہا دام میں ۱۰۶ داں ملائیں اسکا دل مسند		
6	کارروائی متعاقب تفتیش اول اطلاع درج کرنے میں کچھ توقف ہوا ہو تو اس کی وجہ پر بیان کی جائے۔			حمریب احمد دخواست دندم تائیم ریکارڈ		

(اہم اطلاع نجح درج کرو)

العام: ٢٠١٩ ذی القعده ١٤٣٥ ميلادي  
Tehsil: MAND  
District: KECH  
IGP No 6057/10-A/23/Welfare 06-04-2000

## 2011 میں بلوچستان میں نشان ز قتل

نمبر شمار	متاثرین کے نام	پتہ	پیشہ	تاریخ / حادثے کی جگہ	مختصر تفصیلات
1	عبدالواہب، شار احمد	مالاکنڈ	دیہاڑی دار مزدور	7 جنوری 2011، آواران	نامعلوم افراد نے آپک فائبر چھانے والے مزدوروں پر گولیاں چلا دیں۔
2	غلام حیدر	منڈ، تربت	دکاندار	8 جنوری 2011 منڈ بازار تربت	وہ اپنی دکان میں بیٹھا تھا کہ نامعلوم افراد نے اس پر گولیاں چلا کیں اور اسے قتل کر دیا۔
3	خان محمد	شفع آباد، جعفر آباد	پولیس کا نشیل	10 جنوری 2011 شفع آباد	پولیس پوسٹ شفع آباد میں اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا کہ نامعلوم مسلح افراد نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔
4	عبدالجبار	بریوری روڈ، کونہ	سرکاری ملازم، ریسرچ واٹر ریسورس میں ڈپٹی ڈائریکٹر	14 جنوری 2011، ائیر پورٹ روڈ، کونہ	اپنے ففتر جارہا تھا جب نامعلوم افراد نے اس کی کار پر گولیاں چلا کر اسے قتل کر دیا۔
5	فہمیدہ بی بی / سعید احمد	مشرقی بائی پاس، کونہ	سرکاری ملازم	15 جنوری 2011، مشرقی بائی پاس، کونہ	نامعلوم افراد نے گولی مار کر قتل کر دیا۔ فہمیدہ ملکہ صحت میں لیدی ہیلٹھ ورکر تھی جبکہ سعید وہاں چوکیدار تھا۔
6	محبوب احمد	کونہ	مزدور	23 جنوری 2011 پنجور	نامعلوم افراد نے پولیس کی وین پر گولیاں داغیں اور اس میں موجود مزدور مارا گیا۔
7	ایف سی ملازم	ایف سی کا نشیل	روڈ، خضدار	31 جنوری 2011، چاکرخان	ایف سی کی گاڑی پر نامعلوم افراد کی فائرنگ سے ہلاک
8	تعیص صابر	چرک، ڈسٹرکٹ خضدار	انسانی حقوق کا محافظ	1 مارچ 2011، چاکرخان روڈ، خضدار	HRCP سے وابستہ انسانی حقوق کے کارکن نعیم صابر کو نامعلوم مسلح موثر سائکل سواروں نے اس وقت ہلاک کر دیا جب وہ اپنی اسٹیشنری کی دکان میں موجود تھا۔
9	صوبیدار سیف الرحمن، حوالدار شیر افضل، لائس ناک فریڈ احمد کا نشیل عبدالقیوم و محبد حسین، ڈرائیور محمد الیاس، مختار علی، انپکٹر مالی نصیر، شفات اللہ	-	فرٹنیز ورکرز آگناائزیشن اینڈ نیشنل ہائی وے اکھارٹی	11 مارچ 2011، نیلت، گوادر	نامعلوم افراد نے فرٹنیز ورکس آگناائزیشن کے کمپ پر حملہ کر دیا جبکہ اس ادارے کے ملازم میں رہ رہے تھے۔ 9 مزدور ہلاک ہو گئے اور دوسرے دو افراد زخمی ہو گئے۔ تمام ہلاک شدگان جو نچلے درجے کے کارکن تھے ان کا تعلق پشاور اور پنجاب کے علاقوں سے تھا۔

نمبر شمار	متاثرین کے نام	پتہ	پیشہ	تاریخ احادیث کی جگہ	مختصر تفصیلات
10	عبداللہ علی	پنجاب	جام	17 اپریل 2011، اتحل، سیلہ	عبدالیک جام کی دکان پر کام کرتا تھا اور نامعلوم مسیح افراد نے اُسے گولی مار کر قتل کر دیا۔
11	مہر اللہ عمرانی	حضردار	سیاسی کارکن، مسلم لیگ (ان)	12 اپریل 2011، چاکرخان روڈ، حضردار	مرحوم پاکستان مسلم لیگ (ناواز) کا خضدار کا صدر تھا۔ اُسے نامعلوم افراد نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔
12	محمد اصغر	وہاڑی، پنجاب	آٹاں مزدور	15 اپریل 2011، سبی روڈ، کوئٹہ	گھر جاتے ہوئے نامعلوم موڑ سائکل سواروں کی فائر گل سے ہلاک۔
13	محمد بخش / سجاد	پنجاب	عمارتیں تعمیر کرنے والی کمپنی کا مزدور	18 اپریل 2011، پیر شاہ محمد روڈ، بارکھان	ایک تعمیراتی کمپنی کے مزدوروں پر نامعلوم افراد نے فائر گل کر دی۔ 2 افراد ہلاک اور تین زخمی ہو گئے۔ تمام کا تعلق پنجاب سے تھا۔
14	عبداللہ بنی	پشین	دکاندار	21 اپریل 2011، مین بازار، پنجور	
15	محمد عظیم اور انعام اللہ	تسپ، ضلع پنجور	ایک ٹیلی کمپنی کی میکسشن انجینئر اور دوسرا ایک موبائل کمپنی میں ملازم تھا	29 اپریل 2011، ہمپ، تربت	
16	لانس نائیک اعتبار گل	ایفس سی کا سپاہی		22 مئی 2011، نک جو، ماشکے، آواران	فریتھر کا نشیبدی کے کمپ پر چملہ نامعلوم افراد کے چملے میں مارا گیا۔
17	رحمن ولی خٹک	ایفس سی کا سپاہی		22 مئی 2011، گدر فارم، سوراب، ضلع قلات	نامعلوم افراد نے فریتھر کا نشیبدی کے کمپ پر چملہ کیا۔
18	مشتاق احمد	درزی		29 مئی 2011، اختر محمد روڈ، کوئٹہ	مشتاق درزی کی دکان پر کام کرتا تھا اور نامعلوم مسیح افراد نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

## 2011 میں بلوچستان میں فرقہ دارانہ قتل

نمبر شمار	متاثرین کے نام	پتہ	پیشہ	تاریخ حادثے کی جگہ	مختصر تفصیلات
-1	مولانا عبدالکبیر شاکر، در محمد، ہشیں الدین	کلی قبرانی، سریاب روڈ، کوئٹہ	پیش امام	14 اپریل 2011ء، بی بی زیارت، سریاب روڈ، کوئٹہ	جماعت اہل سنت کے معروف مذہبی رہنما مولانا شاکر اپنے بیٹے اور دو شاگردوں کے ہمراہ مسجد سے گھر جا رہے تھے جب نامعلوم افراد نے ان کی کار پر فائرنگ شروع کر دی۔ مولانا اور ان کا شاگرد ہلاک ہو گئے جبکہ ان کا بیٹا اور ایک شاگرد زخمی ہو گیا۔
-2	حاجی اسماعیل، حاجی ابراہیم، جان علی، جواد حسین، قربان علی، حاجی داد علی	ہزارہ ٹاؤن، کوئٹہ		6 مئی 2011ء، مغربی بائی پاس، کوئٹہ	صبح کے تقریباً ساڑھے سات بجے ایک کھلیل کے میدان میں نامعلوم افراد نے ہزارہ برادری کے افراد پر اندازہ فائرنگ کی، وستی بھی پھیلنے اور راکٹ فائر کیے۔ 6 افراد ہلاک جبکہ 15 زخمی ہوئے۔ نشانہ بننے والے تمام افراد کا تعلق ہزارہ برادری سے تھا۔ کا العدم جنگجو یم لشکر جہنمگوی نے ان ہلاکتوں کی ذمہ داری قبول کی۔
-3	غلام نبی، محمد حنیف، اسحاق علی، حمید علی، احمد علی، قربان علی اور بی بی طاہرہ	ہزارہ ٹاؤن کوئٹہ	چھل فروش	18 مئی 2011ء، کلی گوہ آباد، ہزارہ ٹکنیکی، کوئٹہ	ایک راگبیر طاہرہ بی بی کے علاوہ نشانہ بننے والے تمام افراد ہزارہ برادری کے سبزی فروش تھے جو ہزارہ ٹکنیکی مارکیٹ سے کوئٹہ شہر جا رہے تھے جب نامعلوم مسلح موثر سائیکل سواروں نے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ لشکر جہنمگوی نے ان ہلاکتوں کی ذمہ داری قبول کی۔
-4	قاری عبدالجلیل	کلی نچاری، توغی روڈ، کوئٹہ	خطیب	23 مئی 2011ء، توغی روڈ، کوئٹہ	توغی روڈ مسجد کے اندر نامعلوم افراد نے ہلاک کیا جہاں وہ خطبہ دیا کرتے تھے۔
-5	موئی خان اور محمد اسحاق	ہزارہ ٹاؤن، کوئٹہ	پولیس کاٹشیبل	29 مئی 2011ء، پسندی روڈ کوئٹہ	ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے دو پولیس اہلکار موثر سائیکل پر جا رہے تھے جب نامعلوم مسلح افراد نے انہیں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔

یہ انہائی تشویش ناک امر ہے کہ 2009 میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے بلوچستان جانے والے تحقیقاتی مشن کے دورے کے بعد پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے اٹھائے جانے والے خدمات کا ازالہ نہیں کیا گیا اور بعض معاملات میں صورت حال مزید خراب ہوئی ہے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مئی 2011 کے تحقیقاتی مشن نے یہ بات بھی نوٹ کی کہ 2010 اور 2011 میں صوبے میں انسانی حقوق کی نئی اور زیادہ ہولناک خلاف ورزیاں ہوتیں۔ اس عرصے کے دوران جبری طور پر لاپتہ کیے جانے والے لاشوں کی صورت میں دوبارہ سامنے آئے۔ انسانی حقوق کے محافظین اور سیاسی کارکنوں کو صرف اس وجہ سے نشانہ بنایا گیا کہ انہوں نے لوگوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا پرده چاک کیا۔ مذہبی اقلیتوں کے تباہ حالی میں اور بھی اضافہ ہوا۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کا خیال ہے کہ اگر ایچ آر سی پی کی 2009 میں کی گئی سفارشات پر عملدرآمد کیا جاتا تو انتشار کی صورت حال کا خاتمه نہیں تو اس میں کمی ضرور لائی جا سکتی تھی۔ بلاشبہ بلوچستان میں ریاست کو انہائی شدید مشکلات درپیش ہیں مگر لوگوں کی بات نہ سن کر، فیصلہ سازی کا اختیار اور صوبے میں سول سیاسی ارباب اختیار کا حق حکمرانی بحال نہ کر کے ان مشکلات کو اور بھی غلیظ بنادیا گیا ہے۔